البرهان القوي على براءة الأشتر النخعي من دم الشيخ المدني

مالک اشتر نخعی کی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے برات پر زبردست برہان

ابوالحسین حماد بن سعید العلوی حفظہ اللہ

ابو علی ابراہیم بن زاہد الحسنی حفظہ اللہ

ابوالحسین اذان بن سیف الاثری

تالیف:

ابوالحسین حماد بن سعید العلوی حفظہ اللہ

ابو علی ابراھیم بن زاہد الحسنی حفظہ اللہ

ترتیب:

ابوالحسین اذان بن سیف الاثری

فہرس

مکتبہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ

مقدمہ:

تمام تعریفیں اللہ جل وعلا ہی کے لیے ہیں، جس نے سیدھے راستے کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی۔ درود وسلام ہو ہمارے نبی اقدس محمد ﷺ پر، جنھیں سارے انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور اس کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا، اور اہل بیت اور ان کے اصحاب پر، اور ان لوگوں پر جنھوں نے اس کی سنت پر چلنے کا راستہ پا لیا اور یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے خرچ کیا اپنی کوششوں کو شریعت کے اقامت پر اور دین متین کی اشاعت پر، یہاں تک کہ کسی کا کسی مومن پر قلادہ نہ رہا، اور سلامتی ہو ان علماء پر جو عادل تھے اور ان کے بعد آئے۔ یہ چلتے ہیں ان مجتہدین کے راستے پر اور دین کی تجدید کرتے ہیں اور شرع متین کی تائید کرتے ہیں اور غالی اور باطل لوگوں کی باتوں اور جاہل لوگوں کی تحریف کو دور کرتے ہیں۔

أما بعد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱجْتَنِبُواْ كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ ٱلظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُواْ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ [1]

اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو، کیوں کہ بعض گمان تو گناہ ہیں، اور ٹٹول بھی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی سے غیبت کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تو تم ناپسند کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

علامہ عبدالرحمن المعلمی الیمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

على أن حاجة التاريخ إلى معرفة أحوال ناقلي الوقائع التاريخية أشد من حاجة الحديث إلى ذلك، فإن الكذب والتساهل في التاريخ أكثر [2]

"حدیث کی بہ نسبت تاریخ کو اس بات کی زیادہ حاجت ہے کہ تاریخی واقعات نقل کرنے والے راویوں کی معرفت حاصل کی جائے کیونکہ تاریخ میں جھوٹ اور تساہل کا وجود زیادہ ہے۔"

اس کتاب میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھی مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے کبار امراء میں سے ایک تھے (جیسا

---

[1]: الحجرات : 12

[2]: آثار الشیخ العلامہ عبدالرحمن المعلمي: مجموع الرسائل الحدیثی: ۲۵۷/۱۵ط. دار عالم الفوائد

کہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے)، ان کے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے بری ہونے کے دلائل ہیں۔ کتاب کے عنوان سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا مرکزی موضوع مصنف بن ابی شیبہ کی وہ مبہم روایت ہے جس میں اشتر کے شیخ مدینہ کے قاتل ہونے کا ذکر ہے، اس روایت کی سند اور اس کے متن پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اور بعض ایسے پہلو اجاگر کیے گئے ہیں جسے یہ روایت پیش کرنے والے بالارادہ یا بلا ارادہ چھپاتے ہیں۔

س کتاب کی تالیف کی وجہ یہ ہے کہ برصغیر میں ایک عرصہ سے مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ کو بنیاد بنا کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ حیرانی اس بات پر ہوتی ہے کہ یزید بن معاویہ اور مروان بن حکم (قاتلِ طلحہ رضی اللہ عنہ) کے معاملہ میں ان کو مشاجرات صحابہ یاد آتا ہے جبکہ مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ کے معاملہ میں اپنا یہ دوغلا قول بھول جاتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب سے منحرف ہونا ناصبیت ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

وَأَمَّا الْمُبِيرُ فَهُوَ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوسُفَ الثَّقَفِيُّ، وَكَانَ: مُنْحَرِفًا عَنْ عَلِيٍّ وَأَصْحَابِهِ، فَكَانَ هَذَا مِنَ النَّوَاصِبِ [1]

"اور یہ جو ظالم (مبیر) ہے وہ حجاج بن یوسف ثقفی ہے، یہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے منحرف تھا، یہ نواصب میں سے تھا"۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک بھی "نامزد قاتل" ثابت نہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"نیک مسلمانوں میں سے کوئی بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک نہیں تھا، نہ قتل کیا نہ ہی قتل کا حکم دیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ارض کے مفسدین واوباش قبائل اور فتنہ پرستوں کی ایک جماعت نے کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ قسم کھاتے تھے کہ میں نے نہ تو عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل نہ ان کے قتل پر آمادہ ہوا۔ اور علی رضی اللہ عنہ یہ بھی فرماتے تھے کہ اے اللہ! عثمان کے قاتلوں پر خشکی اور تری، میدان اور پہاڑ (ہر جگہ) لعنت کر"[2]

اس سلسلہ میں ہم نے یہ اہتمام کیا ہے کہ اس روایت پر حدیث کے وہ تمام اصول لاگو کیے جائیں جیسی سختی حدیث کے معاملے میں کی جاتی ہے کیونکہ حدیث سے کئی گنا زیادہ تاریخ میں جھوٹ کا وجود ہے۔

وما علینا إلا البلاغ

أبو الحسین حماد بن سعید العلوی

٢٦ جمادی الآخرۃ ١٤٤٣ ھ

---

[1]: الفتاوی الکبری لابن تیمیہ: ١/١٩٦

[2]: منہاج السنۃ النبویہ لابن تیمیہ: ٤/٣٢٢-٣٢٣

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱)امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنا أبو أسامه، قال: حدثنا العلاء بن المنهال، قال: حدثنا عاصم بن كليب الجرمي، قال: حدثني أبي قال: ...الاثر [۱]

ظاہراًاس کی سند پرصحت کاحکم لگایا جاتا ہے،لیکن یہ روایت معلول ہےاوراس کامتن مدخول ہےاور جوروایت مدخول ہوتی ہےاس میں کبھی کبھار راوی صحیح سند کوضعیف متن کے ساتھ پیوست کردیتا یااس کے برعکس ضعیف سند کوصحیح متن کے ساتھ لگادیتا ہے یا دوتین روایات کوایک سند کی روایت بنادیتا ہے، یہاں علاء بن منہال نے بھی یہی کیا دو تین روایتوں کےمتون کوایک سند کے ساتھ پیوست کردیا،اس کی تفصیل آگے آئے گی۔اوراس روایت کواس قدر طوالت سے بیان کرنے میں عاصم بن کلیب عن ابیہ کےسلسلہ سےعلاء بن منہال منفرد ہے۔

العلاء بن المنہال الغنوي کا حال:

معدلین:

* امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے اس کےمتعلق کہا:

العلاء بن المنهال والد قطبة ثقة [۲]

* امام عجلی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کہا:

العلاء بن المنهال الغنوي كوفي ثقة [۳]

(نوٹ: امام عجلی رحمہ اللہ نےجمل کے لمبے قصے والی روایت جوقطبہ بن العلاء بن المنہال عن ابیہ کے سلسلہ سے ہے،اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیااس کی تفصیل آگے"متن پرکلام" میں آئی گی)

* امام ابن حبان نے اسے اپنی ثقات میں ذکرکیا:

العلاء بن المنهال العنبري من أهل الكوفة يروي عن عاصم بن كليب روى عنه أبو أسامة [۴]

جارحین:

---

[۱]:مصنف ابن أبی شیبہ ۵۳۲/ ۷

[۲]:الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم ۳٦۱/ ٦

[۳]:الثقات للعجلی ۱۵۱/ ۲رقم ۱۲۸۷

[۴]:الثقات لابن حبان ۵۰۲/ ۸

* امام عقیلی رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

لا يتابع عليه، ولا يعرف إلا به [1]
اس کی حدیث کی متابعت نہیں کی جاتی اور نہیں معروف سوائے اس سے۔

* امام ہیثمی فرماتے ہیں:

فيه قطبة بن العلاء، عن أبيه، وكلاهما ضعيف [2]
اس میں قطبہ بن العلاء اور اس کا باپ (علاء بن منہال) دونوں ضعیف ہیں۔

* حافظ ذہبی اس کے متعلق فرماتے ہیں:

فيه جهالة [3]
اس میں جہالت ہے۔

معاصر محدثین کی آرا:

* میں (حماد) نے شیخ طلعت بن فؤاد الحلواني [4] سے پوچھا کہ شیخ صاحب آپ کی کیا رائے ہے کہ اس روایت کو معلول قرار دیں اس قرینہ سے کہ اس میں علاء بن منہال منفرد ہو گیا اور اس دلیل کی بنا پر بھی کہ اس کی توثیق صرف ابوزرعہ، عجلی اور ابن حبان نے کی ہے۔ اور نہ ہی یہ معروف ہے اور نہ ہی یہ مشہور ہے او نہ ہی مکثر ہے حدیث میں اور اس کا تفرد بھی عاصم بن کلیب جیسے راوی سے ہے جس کے شاگرد میں بڑے بڑے حفاظ ہیں جن کی مثال سفیان ثوری، ابن عیینہ اور شعبہ جیسی ہے اور ان کے علاوہ۔

تو شیخ طلعت نے جواب دیتے ہوئے کہ کہا کہ "لا يحتمل التفرد" یعنی اس کا تفرد قابلِ احتمال نہیں ہے (یعنی اس کا تفرد قبول نہیں ہے)۔

---

[1]: الضعفاء الكبير للعقيلي ٣٤٣ / ٣
[2]: مجمع الزوائد ٢٢٥ / ١٠
[3]: دیوان الضعفاء ص ٢٨٠ رقم ٢٨٩٢، المغني في الضعفاء ٤٤١ / ٢ رقم ٤١٩١
[4]: شیخ أبو مصعب طلعت بن فؤاد الحلواني حفظہ اللہ" فضائل عثمان بن عفان للامام عبد اللہ بن أحمد بن حنبل" (ط. دار ماجد عسیري) کے محقق ہیں، اور اس کے علاوہ کئی کتب کے محقق ہیں جس میں مجموع رسائل ابن رجب بھی شامل ہے۔ شیخ محترم کا تعلق مصر سے ہے۔

* شیخ خلیل بن محمد العربي قطر سے تعلق رکھنے والے محدث ہیں۔ وہ "المھر واہیات" [1] میں ایک روایت کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

قلت: وهذا إسناد ضعيف من أجل قطبة بن العلاء بن المنهال، وأبيه.
میں کہتا ہوں: اس کی سند قطبہ بن علاء اور اس کے باپ (علاء بن منہال) کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سند کے تفرد پر وضاحت:

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس سند میں عاصم بن کلیب عن أبیہ کے سلسلہ سے العلاء بن المنہال اس روایت کو اس قدر طوالت سے بیان کرنے میں منفرد ہے۔ اور عاصم بن کلیب عن أبیہ کوفہ کا اتنا معروف سلسلہ تھا کہ اس کے بیان کرنے والوں میں سفیان ثوری (کوفی)، سفیان بن عیینہ (کوفی)، شعبہ بن حجاج (بصری)، ابوعوانہ سلام بن سُلیم (کوفی)، قاضی شریک (کوفی)، بشر بن مفضل (بصری)، زائدہ بن قدامہ (کوفی) وغیرہم جیسے روات شامل ہیں اور یہ اہل عراق کے معروف ومشہور روات ہیں۔ اور یہ روایت بھی اہل عراق کی تاریخ سے کچھ حد تک متصل ہے جیسے کہ اس روایت کے متن میں بصرہ کا ذکر آتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو گورنر بنا دیا گیا اور اس میں جنگِ جمل کا ذکر ہے اور جنگ جمل علی رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور ان کی خلافت کوفہ میں تھی تو اس کا اہل عراق کی تاریخ سے ایک قسم کا اتصال ہے۔ تو جو اہل عراق کی تاریخ سے متعلق مشہور روایت ہو تو یہ سارے روات کدھر گئے؟ اور اگر یہ روایت واقعی عاصم بن کلیب کے پاس ہوتی تو اس کے مشہور شاگردوں میں سے کسی ایک نے بیان کیا ہوتا ان کا نہ بیان کرنا اس یقین کو پکا کرتا ہے کہ یہ روایت عاصم بن کلیب کے پاس اس طوالت کے ساتھ نہیں تھی بلکہ عاصم بن کلیب کے پاس وہ روایت تھی جو ابوبکر بن عیاش نے بیان کی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے اشتر رحمہ اللہ کو سلام نہیں کیا اس میں مضائقہ نہیں کیونکہ اگر ہم ابوبکر بن عیاش کی روایت کے متن کو دیکھیں تو وہاں پر ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا وضاحت فرماتی ہیں کہ وہ اس کو سلام کیوں نہیں کر رہی وہ یہ نہیں کہتیں کہ میں اس کو اس لیے نہیں سلام کر رہی کہ اس نے عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل کروایا ہے بلکہ کہتی ہیں کہ اس نے ابن طلحہ کا قتل کیا ہے جب یہ بات اشتر رحمہ اللہ کو پہنچی تو انہوں نے بھی اپنے دفاع میں ایک دلیل پیش کی جو قوی ہے کہ میں نے اس کا قتل اس لیے کیا کہ وہ مجھے خود قتل کرنا چاہتا تھا اور یہ تو جنگ کا اصول ہے کہ جب کوئی آپ کو قتل کرنا چاہے تو دفاع میں آپ اس کا قتل کر دیتے ہیں اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

لہذا علاء بن منہال کا اس سلسلے سے منفرد ہو جانا قابلِ انکار ہے تو اسے اصطلاحی طور پر سنداً منکر کہہ سکتے ہیں اور یہ اس کی منکر روایات میں شمار کی جا سکتی ہے اور علاء بن منہال مشہور نہیں ہے یعنی کتبِ ستہ میں اس سے روایات نہیں ہیں

---

[1]: ص ۲۱۳ ط. دار الرایۃ

اور نہ ہی محدثین کے ہاں یہ معروف تھا اور نہ ہی یہ مکثر ہے یعنی کثرت سے روایت کرنے والا نہیں ہے اور قلیل الحدیث ہے۔ میں یہ دعویٰ استقراء سے کر رہا ہوں۔ میری تحقیق کے مطابق کتب ستہ کے علاوہ دیگر کتب میں اس کی کی "تیرہ (۱۳) روایات" مل سکیں۔ واللہ أعلم

((۱)) امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنا بكر بن مقبل البصري، ثنا القاسم بن وهب الكوفي، ثنا قطبة بن العلاء الغنوي، ثنا أبي العلاء بن المنهال، عن عاصم بن كليب الجرمي، عن أبيه: ... الاثر [۱]

میں کہتا ہوں: عاصم بن کلیب عن أبیہ کے سلسلہ سے علاء بن منہال منفرد ہے۔ اور اس سند قاسم بن وہب کوفی کا مجہول ہونا بھی مضر نہیں کیونکہ اس کی متابعت احمد بن زہیر نے کر دی ہے [۲]۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ قطبہ بن علاء بن منہال کی وجہ سے روایت میں نکارت وغرابت آئی تو اس معاملہ میں دو ہی صورتیں ہیں کہ قطبہ بن منہال نے اس روایت میں واقعی غلطی کی ہے تو علاء بن منہال اس روایت سے بری ہے اور یہ اس کی روایتوں میں سے ہے ہی نہیں یا اگر قطبہ نے غلطی نہیں کی تو یہ علاء سے ثابت ہوتی ہے اور علاء منفرد ہوا، تو دونوں صورتوں میں علاء بن منہال پر اعتراض بنتا ہے نتیجتاً پہلی صورت سے علاء بن منہال کی ایک اور روایت کم ہو جاتی ہے اس سے تو یہ قلیل الحدیث سے قلیل الحدیث جداً بن جاتا ہے اور دوسری صورت میں اگر یہ روایت اس سے ثابت ہے تو یہ اس کے غرائب ومناکیر میں سے ہے کیوں کہ وہ عاصم بن کلیب عنہ ابیہ کے سلسلہ سے منفرد ہوا۔

((۲)) امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن جعفر بن أعين، ثنا أبو بكر بن أبي شيبة، ثنا زيد بن الحباب، ثنا العلاء بن المنهال الغنوي، حدثني مهند القيسي، وكان ثقة، عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب، عن حذيفة بن اليمان قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ... الحديث [۳]

* اس پر امام طبرانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لم يرو هذا الحديث عن العلاء بن المنهال إلا زيد بن الحباب" [۴]

---

[۱]: المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۹۹/ ۱۹

[۲]: دیکھیے: مجموع فیہ مصنفات أبی جعفر ابن البختری: ۱/ ۳۷۷

[۳]: المعجم الاوسط: ۳٤٥/ ٦

[۴]: مصدر سابق

"نہیں روایت کیا اس حدیث کو علاء بن منہال سے سوائے زید بن حباب نے"۔

میں کہتا ہوں: طبرانی کے کلام کے علاوہ بھی اس روایت میں مسئلہ مہند القیسی میں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کوئی معتبر متقدم محدث نے توثیق نہیں کی اور اس کی توثیق عجلیؒ و ابن حبان نے کی اور دونوں میں تساہل ہے، عین ممکن ہے کہ ان دونوں کی تقلید میں ابن حجر نے کی۔ اور اس سند میں مہند کو علاء بن منہال نے ثقہ کہا اور علاء محدث نہیں بلکہ ایک عامی ہے، جب ایک عامی دوسرے شخص کو ثقہ کہے تو وہ اس معنوں میں ہوتا ہے کہ وہ بندہ قابلِ اعتبار ہے جو کہ ظاہراً ہر نمازی اور روزہ دار ہوتا ہے۔ مہند القیسی کے شاگردوں میں صرف ایک شاگرد علاء بن منہال ہے، اور جنہوں نے زید بن حباب کا شاگرد ہونا لکھا تو وہ خطا ہے کیونکہ کہیں نہیں ملا کہ زید بن حباب نے مہند القیسی سے بیان کیا ہو بلکہ وہ علاء بن منہال کے واسطہ سے بیان کرتا ہے اور اس کی صرف ایک خلافت وملوکیت والی روایت ہے، اس کے علاوہ نہیں۔ اور قیس بن مسلم کے شاگردوں میں سفیان ثوری، شعبہ، مسعر اور وکیع بن جراح وغیرہم جیسے حفاظ ہیں کسی نے یہ بیان نہیں کیا۔

(۳) امام مہروانی نے فرمایا:

أخبرنا أبو الفتح محمد بن أحمد بن أبي الفوارس الحافظ قال: ثنا عبد الخالق بن الحسن بن محمد قال: ثنا أبو بكر محمد بن سليمان بن الحارث قال: ثنا قطبة بن العلاء بن المنهال الغنوي قال: ثنا أبي عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تسليما... الحديث

٭ حافظ خطیب بغدادی نے اس حدیث پر کہا:

"هذا حديث غريب من حديث عروة بن الزبير عن عائشة أم المؤمنين، ومن حديث هشام بن عروة عن أبيه، لا أعلم رواه غير العلاء بن المنهال الغنوي عنه"[۱]

"یہ حدیث غریب ہے عروہ بن زبیر سے وہ بیان کرتے ہیں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور یہ حدیث ہشام بن عروہ کی ہے جو کہ وہ اپنے ابو سے بیان کرتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کسی نے روایت کیا ہو اس کو ان (ہشام بن عروہ، اور ان کے باپ کے سلسلہ) سے سوائے العلاء بن المنہال الغنوي کے"۔

٭ اور امام عُقیلی رحمہ اللہ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

ولا يصح في الباب مسندا، وهو موقوف من قول عائشة[۲]

"اور اس باب میں کوئی روایت مسنداً (مرفوعاً) ثابت نہیں اور اصل میں یہ موقوف ہے عائشہؓ کے ذاتی قول سے۔"

---

[۱]: المهر وانیات: ۲/۹۲۲

[۲]: الضعفاء الكبير للعقيلي: ۳/۳۴۳

میں کہتا ہوں : خطیب بغدادی نے" ہشام بن عروۃ عن أبیہ عن عائشۃ" کے مشہور سلسلے سے العلاء بن المنہال کا منفرد ہونے کی طرف صراحتاً اشارہ کیا ہے۔ عجیب ہے کہ علاء بن منہال" ہشام بن عروۃ عن أبیہ عن عائشۃ" سے مرفوعاً روایت میں منفرد ہو گیا اور یہ بہت معروف سند ہے اور اس سلسلہ کے شاگردوں میں امام زہری رحمہ اللہ جیسے حفاظ کا شمار ہوتا ہے اور یہ سند ہے بھی مدنی اور اس میں ایک کوفی راوی منفرد ہو گیا اور مدینہ کے تمام روات غائب ہو گئے ان میں سے سب سے بڑے زہری ہیں انہوں نے اس روایت کو مرفوعاً بیان نہیں کیا؟ تو ثابت ہوا کہ اس میں خطاء علاء بن منہال نے کی ہے۔ واللہ أعلم

(٤) امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

حدثني محمد بن إدريس، قال: حدثنا يعقوب بن يوسف الرازي، قال: حدثنا عباءة بن كليب، قال: حدثنا العلاء بن المنهال، عن هشام بن عروة، قال: {فإذا جاءت الطامة الكبرى} [النازعات: ٣٤] قال: "أمر طم على ما كان قبله"[1]

میں کہتا ہوں : اس کی سند میں عباءۃ بن کلیب مجروح ہے، اور یعقوب بن یوسف الرازي کے حالات نامعلوم ہیں، غالباً یہ روایت علاء سے ثابت نہ ہوا اور دوسری صورت میں یہاں بھی علاء بن منہال ہشام بن عروہ سے منفرد ہے۔ ہشام کے کئی مکثر اصحاب ہیں کسی نے یہ تفسیر روایت نہیں کی۔

(٥) امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

حدثنا أبو سعيد الأشج، ثنا ابن إدريس، عن العلاء بن المنهال، عن هشام بن عروة، أن عمر بن عبد العزيز، أخذ قوما يشربون، فضربهم وفيهم رجل صالح فقيل: إنه صائم، فتلا: {فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا في حديث غيره إنكم إذا مثلهم إن الله جامع المنافقين والكافرين في جهنم جميعا} [النساء: ١٤٠][2]

میں کہتا ہوں : ہشام بن عروہ نے عمر بن عبدالعزیز کا جو واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے ایک آیت سے استدلال کیا۔ تو ہشام بن عروۃ العلاء بن المنہال منفرد ہے۔ اس پر وہی اعتراض ہے جو روایت نمبر (٣) میں تھا کہ کدھر گئے اہل مدینہ؟

(٦) امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

زيد بن الحباب قال حدثني العلاء بن المنهال، قال حدثني فلان، قال: سمعت الزهري، بالرصافة يقول: "اللهم لقد

---

[1] : صفۃ النار لابن أبي الدنیا: ص ١٣٠

[2] : تفسیر ابن أبي حاتم: ١٠٩٣ / ٤، مصنف ابن أبي شیبہ: ٥ / ٦٩

نصح علي وصحح في عثمان لولا أنهم أصابوا الكتاب لرجعوا" [1]
میں کہتا ہوں: علاء بن منہال یہاں بھی زہری کے قول سے منفرد ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ روایت میں اصل خطاء علاء کے استاد سے ہو کیونکہ وہ مبہم ہے اور انہوں نے نام نہیں بتایا۔ واللہ أعلم

(۷) امام ابوبکر الخلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أخبرنا أحمد بن أبي خيثمة، قال: ثنا قطبة بن العلاء بن المنهال، قال: حدثني أبي قال: قال لي سعيد بن أبي عروبة: "والله إني لأروي في عثمان بن عفان ما لا أروي في أبي بكر وعمر، إني لأروي فيه نحوا من خمسين حديثا، كلها موجبة" [2]
میں کہتا ہوں: سعید بن ابی عروبہ سے علاء بن منہال منفرد ہوگیا۔ اور سعید بن ابی عروبہ قتادہ کے شاگردوں میں پہلے طبقے میں آتے ہیں اور سعید بن ابی عروبہ کے شاگردوں میں امام احمد، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک وغیرہم شامل ہیں۔ اور ان سب شاگردوں میں سے کسی ایک نے یہ بات نہیں نقل کی اور ایسے بصری راوی سے ایک کوفی منفرد ہوگیا۔ یہ قول تو مقطوع ہے لیکن اس روایت کے متن میں بہت بڑا دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ سعید بن ابی عروبہ کے پاس فضائلِ عثمان علیہ السلام پر پچاس روایات تھیں اتنی تو وہ ابوبکر وعمر علیہما السلام کی فضیلت میں بھی بیان نہیں کرتے تھے اور اُن سب پچاس روایات میں جنت کا وجوب تھا۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ قطبہ بن علاء بن منہال کی وجہ سے روایت میں نکارت وغرابت آئی تو اس میں دو ہی صورتیں ہیں، اور وہ دو صورتیں وہی ہیں جو روایت **نمبر ۲** میں تبصرہ کیا تھا۔

(۸) حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو منصور محمود بن أحمد بن عبد المنعم بن ماشاذة أنا أبو علي الحسن بن عمر بن يونس أنا القاضي أبو عمر الهاشمي أنا أبو العباس محمد بن أحمد الأثرم نا حميد بن الربيع الخراز نا يحيى بن اليمان نا العلاء بن المنهال الغنوي عن زيد بن أسلم قال بعث عثمان إلى النبي (صلى الله عليه وسلم) بناقة صهباء فقال النبي (صلى الله عليه وسلم) اللهم جوزه على الصراط [3]
میں کہتا ہوں: یہ روایت علاء بن منہال سے ثابت نہیں ہے اور اس میں "حمید بن الربیع الخزاز" مجروح ہے۔

(۹) حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں:

---

[1]: مصنف ابن أبي شیبہ: ۵۲٤ / ۷
[2]: السنہ لابی بکر بن الخلال: ۳۲٤ / ۲
[3]: تاریخ دمشق لابن عساکر: ۳۹ / ۵٦

أخبرنا أبو منصور محمود بن أحمد بن عبد المنعم بن ماشاذه أنا أبو علي الحسن بن عمر بن يونس أنا أبو عمر الهاشمي أنبأ أبو العباس محمد بن أحمد الأثرم نا أبو أسامة حدثني العلاء بن المنهال حدثني إبراهيم بن عمرو بن مالك الجشمي عن أبيه قال كنت بجرجان فدخلت على فروة بن الأخنس... الاثر [1]

میں کہتا ہوں: اس روایت میں علاء بن منہال کے شیخ "إبراہیم بن عمرو بن مالک الجشمي" کے حالات نہیں معلوم ہو سکے۔

(۱۰) امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنا زيد بن الحباب قال: حدثني العلاء بن المنهال الغنوي قال: حدثني أبو الجهم القرشي عن أبيه قال: بلغ عليا مني شيء فضربني أسواطا، ثم بلغه بعد ذلك أن معاوية كتب إليه فأرسل رجلين يفتشان منزله، فوجد الكتاب في منزله فقال لأحد الرجلين وهو من العشيرة: إنك من العشيرة فاستر علي، قال: فأتيا عليا فأخبراه، قال: فركب علي وركب أبي، فقال: لأبي، "أما إنا فتشناه عليك ذلك فوجدناه باطلا"، قال: ما ضربني فيه أبطل [2]

میں کہتا ہوں: علاء بن منہال کا شیخ "أبو الجہم ثویر بن سعید بن علاقة القرشي" مجروح ہے۔

(۱۱) امام ابونعیم اصبہانی فرماتے ہیں:

حدثنا عمر بن الحسن بن مالك، ثنا المنذر بن محمد، حدثني الحسن بن محمد بن علي الأزدي، ثنا أبي، حدثني العلاء بن المنهال، عن إياد بن لقيط، عن أحمر بن سواء السدوسي، "أنه كان له صنم يعبده، فعمد إليه فألقاه في البئر، ثم أتى النبي صلى الله عليه وسلم فبايعه"[3]

* ابونعیم اصبہانی نے اس پر تبصرہ کیا:

العلاء بن المنهال أحد من يجمع حديثه من مقلي أهل الكوفة، لم نكتبه إلا من هذا الوجه [4]

"علاء بن منہال ان میں سے ہے جس کی حدیثیں جمع کی جاسکتی ہیں وہ اہلِ کوفہ کے ان راویوں میں سے ہے جو قلیل الحدیث ہیں اور اس روایت کو ہم نے نہیں لکھا سوائے اس صورت سے۔"

* اس روایت پر ابنِ مندہ نے کہا:

---

[1]: تاریخ دمشق لابن عساکر: ۳۰/ ۲۹۳

[2]: مصنف ابن اَبی شیبہ: ٦/ ۲۰۱

[3]: معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ۱/ ۳۲۹

[4]: مصدر سابق

ذا حديث غريب بهذا الإسناد، والعلاء بن المنهال كوفي يجمع حديثه، لم يكتبه إلا من هذا الوجه [1]
"یہ حدیث اس سند سے غریب ہے، اور علاء بن منہال کوفی ہے اس کی حدیثیں جمع کی جا سکتی ہیں، اس کو نہیں نقل کیا گیا سوائے اس صورت سے۔"

* میں کہتا ہوں: میں نے شیخ محترم طلعت بن فؤاد الحلوانی سے سوال کیا کہ "مُقِلّی" سے کیا مراد ہے؟
تو آپ نے جواب دیا:

أي أنه من أهل الكوفة أو سكن الكوفة، ولم يرو إلا القليل من الأحاديث. وهذا الأمر مما يجعل الأئمة لا يستطيعون سبْر أحاديثه والحكم عليه. وفي الغالب إذا انفرد أو خالف ترد روايته.
"اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ فُلاں راوی اہل کوفہ میں سے ہے یا وہ کوفہ میں رہا ہے، اور نہیں اس نے روایت کی سوائے تھوڑی احادیث کے۔ اور یہ معاملہ ایسا ہے جس کی وجہ سے ائمہ کے پاس استطاعت نہیں ہوتی کہ احادیث کی تحقیق کر سکیں اور اس پر حکم لگا سکیں۔ اور غالباً (ایسا راوی جس کے بارے میں "مُقِلّی" کہا گیا ہو) اگر وہ منفرد ہو جائے یا دوسرے روات کی مخالف کرے تو اس کی روایت مردود ہوتی ہے۔"
اور رہی بات "يجمع حديثه" (حدیثیں جمع کرنا) کی تو یہ نہ تعدیل ہے اور نہ جرح ہے یہ ضعیف راوی اور ثقہ راوی دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے [2]
اور شیخ طلعت بن فُؤاد الحلوانی حفظہ اللہ نے فرمایا "لم نکتبه إلا من هذا الوجه" کے بارے میں کہا اس سے مراد "التفرد والنكارة" (تفرد اور نکارت) ہے۔
میں کہتا ہوں: اوپر مذکورہ کلام کے علاوہ اس کی سند میں "عمر بن الحسن بن مالک" اور "المنذر بن محمد" مجروح ہیں غالب امکان ہے کہ یہ روایت علاء سے ثابت نہ ہو تو اس کی ایک اور روایت کم ہو جاتی ہے۔ اور بالفرض ثابت ہے تو اِیاد بن لقیط سے علاء بن منہال منفرد ہے اور اِیاد نامی راوی کے شاگردوں سفیان ثوری، مسعر اور مروان بن معاویہ جیسے حفاظ شامل ہیں۔

(۱۲) امام قاسم السرقسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثناه إبراهيم، قال: نا محمد بن إدريس، قال: نا الحميدي، قال: نا سفيان، عن العلاء بن المنهال، عمن حدثه،

---

[1]: أسد الغابة لابن الاثير: ۱۷۵/۱، الاصابة لابن حجر: ۱۸٦/۸
[2]: معجم علوم الحديث النبوي لعبد الرحمن بن إبراهيم الخميسي: ص ۲۰۳-۲۰٤ ط. دار ابن حزم

أن عمر بن الخطاب، ... الاثر [۱]
میں کہتا ہوں: علاء بن منہال سیدنا عمر علیہ السلام سے مبہم واسطہ سے بیان کر رہا ہے۔

(۱۳) امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدثنا أبو أسامة، قال: حدثنا العلاء بن المنهال، قال: حدثنا عاصم بن كليب الجرمي، قال: حدثني أبي قال: ... الاثر [۲]
میں کہتا ہوں: عاصم بن کلیب عن أبیہ کے سلسلہ سے العلاء بن المنہال منفرد ہے۔ اور یہ تیرہویں روایت مصنف بن ابی شیبہ کی وہی ہے جو کہ زیر بحث ہے، نیز علاء بن منہال کے بعض اپنے اقوال ہیں جنھیں لکھنا غیر ضروری سمجھا۔ انتہیٰ

خلاصہ:

* **حصہ اول (أ):** ایسی روایات جو علاء بن منہال سے ثابت ہیں:
پانچویں روایت اور تیرہویں روایت۔

* **حصہ اول (ب):** ایسی روایات جو علاء بن منہال تک ثابت ہیں مگر استاذ میں مسئلہ ہے:
دوسری روایت، چھٹی روایت، نویں روایت اور بارہویں روایت۔

* **حصہ دوم:** ایسی روایات جو علاء بن منہال سے ممکنہ ثابت ہوسکتی ہیں/نہیں ہوسکتی ہیں:
پہلی روایت، تیسری روایت، چوتھی روایت، ساتویں روایت۔

* **حصہ سوم:** ایسی روایات جو علاء بن منہال سے ثابت نہیں ہیں:
آٹھویں روایت، دسویں روایت، گیارہویں روایت۔

---

[۱]: **الدلائل في غريب الحديث**: ۱/ ۳۹٤ رقم ۲۰۸
[۲]: **مصنف ابن أبي شيبة**: ۷/ ٥۳۲

سند پر کلام:

میں کہتا ہوں: اس روایت کو اس قدر طوالت سے بیان کرنے میں علاء بن منہال عاصم بن کلیب عن ابیہ کے سلسلہ سے منفرد ہے۔ اس روایت کی اصل عاصم بن کلیب عن ابیہ سے ملتی ہے، جہاں عاصم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا لیکن انہوں نے اس قدر طوالت سے اس روایت کو بیان نہیں کیا اور اس میں صرف سیدہ عائشہ علیہا السلام کا اشتر رحمہ اللہ کو سلام نہ کرنے کا ذکر ہے، اس کی وضاحت آگے آئے گی۔ اور یہ روایت کچھ حصوں کے ساتھ دوسرے روات سے بھی ملتی ہے، جو "سیف بن عمر عن محمد بن سوقۃ عن عاصم بن کلیب عن أبیہ" آتی اور اس کی متابعت "مصعب بن سلام عن محمد بن سوقۃ عن عاصم بن کلیب عن أبیہ" نے کی۔ اور یہ روایت ایک اور ضعیف سند "ابوعبید عن مجالد عن الشعبي" سے آتی ہے لیکن ان تینوں میں ضعف ہے، ان میں سے کوئی اس روایت کو فائدہ نہیں پہنچا تا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کی روایت اصل تھی اور علاء بن منہال کی روایت مدخول ہے اور اس میں صحیح حصے کے ساتھ ضعیف روایات کے حصے کو ملا دیا گیا ہے، جو لوگ علل کے علم سے واقفیت رکھتے ہیں اسے اصطلاح میں "إدخال حدیث فی حدیث" کہتے ہیں اور اس کی وضاحت آگے آئے گی۔

* شیخ إرشاد الحق الاثري حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

إدخالِ حدیثٍ في حدیث (ایک حدیث میں دوسری حدیث داخل ہونا) ایک حدیث ہے لیکن دوسری روایت جو دوسری سند سے مروی ہے اس راوی نے وہم سے اُس روایت کو بھی اس دوسری روایت میں شامل کر دیا۔ یعنی ایک ہی سند کے ساتھ دو متن جمع کر دیے۔ بسا اوقات دو متن بیان کرتے ہیں، بسا اوقات ایک دو لفظوں کا اضافہ ہو جاتا ہے[1]

اور ان میں صرف یہی دو روایات ہیں جن کی ظاہراً صحت ہے: "أبي بکر بن عیاش عن عاصم بن کلیب عن أبیہ" اور "العلاء بن المنہال عن عاصم بن کلیب عن أبیہ"۔ اس کے علاوہ سیف بن عمر، مصعب بن سلام اور مجالد بن سعید کی روایات کی وضاحت آگے آئے گی۔ اور علاء بن منہال کی اسی طوالت کے ساتھ کسی معتبر راوی نے عاصم بن کلیب عن ابیہ کے سلسلہ سے متابعت نہیں کی۔

روایت کی دوسری سندیں جن میں ضعف ہے:

(۱) امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كتب إلي السري عن شعيب، عن سيف، عن محمد بن سوقة، عن عاصم بن كليب، عن أبيه، قال: خرجنا مع مجاشع بن مسعود غازين توج، فحاصرناها... الاثر[2]

---

[1]: نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر لابن حجر - درس نمبر ٤٧ (از شیخ ارشاد الحق اثری) - ١٠ منٹ ٣٩ سیکنڈ تا ١١ منٹ ٧ سیکنڈ

[2]: تاریخ الطبري: ٥٧١ / ٤

میں کہتا ہوں: اس کی سند میں سیف بن عمر سخت مجروح ہے اس پر کذب کی جرح ہے۔

(۲) امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زياد بن أيوب: قال: حدثنا مصعب بن سلام التميمي، قال: حدثنا محمد بن سوقة، عن عاصم بن كليب الجرمي، عن أبيه، قال: رأيت فيما يرى النائم في زمان عثمان بن عفان... الاثر [۱]

* امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وحدثنا بهذا أحمد بن يوسف بن عصام ببخارى، حدثنا زياد بن أيوب، حدثنا مصعب بن سلام، حدثنا ابن سوقة، عن عاصم بن كليب الجرمي، عن أبيه قصة الجمل بطوله [۲]

میں کہتا ہوں: اس سند میں مصعب بن سلام فی نفسہ صدوق ہے لیکن حافظہ پر کافی جرح ہے اور اس کے پاس مقلوب روایات تھیں اور یہ بعید نہیں ہے کہ غالباً اس کی جو سیف بن عمر کی متابعت ہے یہ مقلوب ہو کہ اس نے یہ اصل میں سیف بن عمر سے سنا اور مقلوب روایت بیان کر کے سیف بن عمر کا واسطہ گرا کے براہ راست محمد بن سوقہ سے بیان کیا علم الحدیث میں مقلوب روایت اس کو کہتے ہیں جہاں راوی سند کو بدل دے استاد شاگرد کو آگے پیچھے کر دے یا سند میں کسی راوی کو گرا دے یا اضافہ کر دے۔

معدلین:

* امام یحیی بن معین رحمہ اللہ:

قلت ليحيى: فمصعب بن سلام؟ قال: »صدوق، كان هاهنا -يعني: ببغداد-، فأعطوه كتابا للحسن بن عمارة، فحدث به عن شعبة، ثم رجع عنه«، فقال عباس الدوري ليحيى: كتبت عن مصعب بن سلام شيئا؟ قال: »نعم، ليس به بأس« [۳]

ابن الجنید کہتے ہیں میں نے یحیی بن معین سے پوچھا کہ مصعب بن سلام کیسا ہے؟ فرمایا: صدوق ہے، وہ یہیں بغداد میں تھا۔ اسے حسن بن عمارہ کی کتاب عطا کی گئی تھی تو وہ اس کتاب سے بیان کیا کرتا تھا شعبہ سے، پھر اس سے اس سے رجوع کر لیا۔ تو عباس الدوری نے یحیی بن معین سے کہا کیا آپ نے مصعب بن سلام سے کسی بھی چیز کی کتابت کی؟ فرمایا: ہاں، اس میں کوئی حرج نہیں۔

---

[۱]: تاریخ الطبری: ٤/٤٩٠

[۲]: الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدي: ٨/٨٧

[۳]: سؤالات ابن الجنید: ص ٣٣٥ رقم ٢٥٣، تاریخ ابن معین روایۃ الدوري: ٣/٣١٦ رقم ١٥٠٥

* ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا:

شيخ محله الصدق [۱]
شیخ اور سچائی والا ہے۔

* امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مصعب بن سلام كوفي ثقة [۲]
مصعب بن سلام کوفی ثقہ ہیں۔

* امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

له أحاديث غرائب وأرجو أنه لا بأس به وما انقلبت عليه فإنه غلط منه لا تعمد [۳]
اس کے پاس غریب احادیث ہیں، اور میں چاہتا ہوں اس میں مسئلہ نہ ہو، جو روایات اس سے مقلوب ہوگئیں وہ اس سے غلطی سے ہوا نا کہ جان بوجھ کر۔

* حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

صدوق له أوهام [۴]
سچا ہے، اس کو اوہام ہیں۔

جارحین:

* امام یحیی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مصعب بن سلام ضعيف [۵]

* امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

---

[۱]: الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: ۸/۳۰۸
[۲]: الثقات للعجلي: ۲/۲۸۰ رقم ۱۷۳۱
[۳]: الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۸/۸۸
[۴]: تقريب التهذيب لابن حجر: ص ۵۳۳، ت ٦٦٩٠
[۵]: تاریخ بغداد: ۱۵/۱۳۲ وسندہ صحیح

قال عبد الله: سألت أبي عن مصعب بن سلام؟

قال: انقلبت عليه أحاديث يوسف بن صهيب جعلها عن الزبرقان السراج، وقدم ابن أبي شيبة مرة فجعل يذاكر عنه أحاديث عن شعبة وهي أحاديث الحسن بن عمارة انقلبت عليه أيضا [1]

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے والد محترم سے مصعب بن سلام کے متعلق سوال کیا۔

آپ نے فرمایا: اس پہ یوسف بن صہیب کی احادیث مقلوب ہوگئیں اور اس کو زبرقان سراج کا بنادیا۔ اور یہ ایک مرتبہ ابن ابی شیبہ کے پاس حاضر ہوا تو وہ ان سے شعبہ کی احادیث کا مذاکرہ کرتا تھا اور وہ دراصل حسن بن عمارہ کی احادیث ہوتی تھیں جو کہ اس پہ مقلوب ہوگئیں۔

* امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مصعب بن سلام تركنا حديثه [2]

ہم نے اس کی حدیثیں ترک کردیں۔

* امام علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مصعب بن سلام الكوفي كان يروي عن جعفر بن محمد حديثا كنت اشتهي أن أسمعه منه، عن جعفر بن محمد، عن أبيه {ما قطعتم من لينة}، قال: النواة، قال: وكان من الشيعة، وضعفه [3]

مصعب بن سلام کوفی ہے، یہ جعفر صادق سے ایک حدیث روایت کیا کرتا تھا میں اس کی چاہ رکھتا تھا کہ میں اس سے یہ سنتا، وہ اس کو بیان کیا کرتا تھا جعفر بن محمد سے، وہ اپنے والد (محمد باقر) سے کہ انہوں نے {تم نے جو کھجور کا پیڑ کاٹ ڈالا} کی تشریح فرمائی: "گھٹلی"۔ (علی بن المدینی رحمہ اللہ نے) کہا: وہ شیعہ میں سے تھا، اور (ابن المدینی نے) اس کی تضعیف کی۔

* امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ:

قلت: مصعب بن سلام قال: "ضعيف الحديث" [4]

---

[1]: العلل روایۃ عبداللہ: ۵۳۱۷

[2]: معرفۃ الرجال عن یحیی بن معین: ۲/ ۲۱۳

[3]: تاریخ بغداد: ۱۵/ ۱۳۲، وسندہ صحیح

[4]: الضعفاء لابی زرعہ الرازی: ۲/ ۳۳۱

برزعی نے مصعب بن سلام کا پوچھا تو امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ضعیف الحدیث۔

* امام ابوداود سجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضعفوه بأحاديث، انقلبت عليه أحاديث ابن شبرمة [1]

(محدثین نے) اس کی تضعیف کی اس کی احادیث کی وجہ سے، اس پہ ابن شبرمہ کی احادیث مقلوب ہوگئیں۔

* حافظ ذہبی نے نقل کیا کہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے اسے لین قرار دیا [2]

* امام ابویحیی زکریا الساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضعيف منكر الحديث [3]

اگر کوئی کہے کہ امام الساجی رحمہ اللہ کی یہ جرح ان کی کس کتاب میں موجود ہے، تو یہ جرح ان کی "کتاب الضعفاء" میں موجود تھی، اس جرح کو ہم نے ابن حجر سے نقل کیا ہے کیونکہ یہ کتاب ان کے پاس موجود تھی اس کی دلیل یہ ہے:

وحكى الساجي في الضعفاء [4] (اور کہا ساجی نے ضعفاء میں)

اور اس کے کئی دلائل ہیں۔

* امام ابوبکر البزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومصعب بن سلام ليس بالقوي، وقد روى عنه غير واحد، وهو رجل من أهل الكوفة [5]

اور مصعب بن سلام قوی نہیں ہے، اور اس سے ایک سے زائد نے روایت کیا اور وہ اہل کوفہ کا آدمی ہے۔

(اور دوسری جگہ فرمایا)

ضعيف جدا عنده أحاديث مناكير [6]

یہ سخت ضعیف ہے اور اس کے پاس منکر احادیث ہیں۔

---

[1]: سؤالات أبي عبيد الآجري: ص ١٠٥-١٠٦

[2]: الکاشف للذہبی: ٢/ ٢٦٧ رقم ٥٤٦٤

[3]: تہذیب التہذیب لابن حجر: ١٠/ ١٦١

[4]: تہذیب التہذیب: ٢/ ٣٦

[5]: مسند البزار: ٥/ ٣٧٥

[6]: تہذیب التہذیب لابن حجر: ١٠/ ١٦١

* امام ابن حبان فرماتے ہیں :

انقلبت علیه صحائفه فکان یحدث ما سمع من هذا عن ذاك وهو لا یعلم وما سمع من ذاك عن هذا من حیث لا یفهم فبطل الاحتجاج بكل ما روی عن شعبة إنما هو ما سمع من الحسن بن عمارة [١]

اس کے صحیفے اس پہ مقلوب ہو گئے تو وہ بیان کرتا تھا ایسی روایت جو اس نے کسی ایک سے سنی دوسرے سے اور اسے اس کا علم ہی نہیں اور وہ جو اس نے سنا کسی ایک سے وہ کسی دوسرے سے بیان کرتا تھا اس لحاظ سے کہ اسے اس کا فہم ہی نہیں ہوتا تھا۔ تو باطل ہو گیا احجاج کرنا ہر اس سے جو اس نے روایت کی شعبہ سے کیونکہ وہ اس نے اصل میں حسن بن عمارہ سے سنی (یعنی جو شعبہ سے بیان کرتا ہے وہ حسن بن عمارہ سے سنی)۔

(اور دوسری جگہ فرمایا)

کثیر الغلط لا یحتج به [٢]

یہ کثیر الغلط ہے اور اس سے احتجاج نہیں کیا جا سکتا۔

* امام ابن حزم ایک روایت کی سند میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

مصعب بن سلیم ثقة، خرج مسلم من طریقه، وهو غیر مصعب بن سلام ذلك ضعیف [٣]

مصعب بن سلیم یہ ثقہ ہے اس سے امام مسلم نے طریق سے روایت لی ہے اور یہ وہ مصعب بن سلام نہیں وہ تو ضعیف ہے

* حافظ ذہبی فرماتے ہیں :

مصعب بن سلام لیس بحجة [٤]

مصعب بن سلام حجت نہیں ہے۔

(٣) أبو عبید عن مجالد عن الشعبي.... الحدیث. [٥]

---

[١]: المجروحین لابن حبان: ٣ / ٢٨

[٢]: المغنی فی الضعفاء للذہبی: ٦٦٠ / ٢، تہذیب التہذیب لابن حجر: ١٦١ / ١٠

[٣]: حجۃ الوداع لابن حزم: ص ٤١٩، رقم ٤٩٦

[٤]: مختصر تلخیص الذہبی: ١ / ٢٣٤

[٥]: الطبقات الکبری - متمم الصحابۃ - الطبقۃ الخامسۃ ١ / ١٧٥ رقم ٨٨

میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں ابوعبید القاسم بن سلام ہیں، ان کے اور مجالد کے درمیان میں انقطاع ہے اور مجالد خود ضعیف ہیں۔

اس روایت کی علت خفی میں وضاحت:

ہمیں جو محسوس ہوتا ہے (واللہ اعلم) کہ اس روایت کو اصل میں سیف بن عمر نے ابو بکر بن عیاش کی روایت کو چوری کر کے اس لمبائی سے گھڑ کے بیان کیا کیونکہ اس کے بارے میں یہ معروف تھا کہ یہ مغازی بہت بیان کرتا تھا، جنگ جمل وغیرہ اور اس پر کذب کی بھی جرح ہے اور اس کی ہمیں اصل بھی ملتی ہے کہ یہ محمد بن سوقہ سے بھی بیان کرتا ہے اور یہ بعید نہ ہوگا کہ مصعب بن سلام نے بھی اس سے یہ روایت سنی ہو لیکن وہم کے سبب مصعب نے سند سے سیف بن عمر کو گرا کے براہ راست محمد بن سوقہ سے بیان کیا۔ اور علاء بن منہال نے بھی اس روایت کو اس طرح بیان کر کے اس کو مدخول بیان کیا ہے، بجائے سیف بن عمر عن محمد بن سوقہ کے اس نے براہ راست عاصم بن کلیب سے بیان کیا جو کہ عاصم بن کلیب کے تلامذہ میں معروف بھی نہیں ہے۔ نہ عاصم بن کلیب کے شاگردوں میں سے کسی نے اس طوالت سے بیان کیا ہے بلکہ عاصم بن کلیب کے شاگردوں میں ابو بکر بن عیاش نے جو روایت بیان کی اس میں صرف عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلام نہ کرنے کا ذکر ہے۔ ایک روایت سیف بن عمر کے ہم وقت مجالد نے بھی بیان کی۔ علم الحدیث میں یہ چیز معروف ہے کہ جو روایت ضعیف راویوں کے درمیان گھومتی پھرتی ہے وہ ثابت نہیں ہوتی بعض نے وہمی طور پر ایک دوسرے سے اخذ کیا ہوتا ہے اور بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے کس سے اخذ کیا تو سند کو مقلوب اور مضطرب بیان کر دیتے ہیں، بعض جان بوجھ کے چوری کر کے اس کو اپنی روایت بنا دیتے ہیں۔

جب میں نے الشیخ المحدث طلعت بن فؤاد الحلوانی حفظہ اللہ کو اس کی تفصیل بیان کی تو آپ نے فرمایا: "رواية العلاء بن المنهال ترجع إلى رواية سيف بن عمر"

(علاء بن منہال کی روایت کا مرجع سیف بن عمر کی روایت ہے)۔

متن پر کلام:

روایت کا متن کچھ یوں ہے:

عاصم بن کلیب جرمی فرماتے ہیں کہ میرے والد کلیب جرمی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے توج (شہر) کا محاصرہ کیا جبکہ ہمارے لشکر کے امیر بنی سلیم قبیلہ کے مجاشع بن مسعود تھے جب ہم اس شہر کو فتح کر چکے تو میرے بدن پر ایک بوسیدہ کُرتا تھا تو میں عجم کے ان مقتولین کی طرف گیا جن کو ہم نے تہہ تیغ کیا تھا۔ ایک مقتول کی قمیص میں نے اتار لی جس پر خون کے نشان تھے میں نے اسے پتھروں کے درمیان دھویا اور خوب رگڑ رگڑ کر اسے صاف کر لیا اور پھر زیب تن کر کے آبادی کی طرف گیا اور مال غنیمت سے ایک سوئی اور دھاگہ لیا اور اپنی پھٹی ہوئی قمیص کی سلائی کی۔ مجاشع بن مسعود کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے اے لوگو! تم کسی بھی شے میں خیانت نہ کرو جس نے خیانت کی قیامت کے دن اسے حساب دینا پڑے گا اگر چہ دھاگہ ہی کیوں نہ ہو۔ پس میں نے قمیص اتار دی اور اپنی قمیص پھاڑنے لگا تاکہ (مال غنیمت کا) دھاگہ ٹوٹ نہ جائے پھر میں سوئی اور قمیص کو لے کر مال غنیمت کے پاس پہنچا اور میں نے یہ چیزیں واپس رکھ دیں پھر میں نے لوگوں کو اس دنیا میں دیکھا کہ وہ کئی کئی وسق میں خیانت کرتے ہیں جب میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے تو وہ جواب دیتے مال غنیمت میں ہمارا اس سے بھی زیادہ حصہ بنتا ہے عاصم کہتے ہیں کہ میرے والد کلیب نے خواب دیکھا جب وہ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں توج کے محاصرے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ میرے والد نے جب یہ خواب دیکھا تو بڑے واضح طریقے سے دیکھا میرے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی سعادت بھی حاصل کی تھی۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مریض آدمی ہے اس کے پاس لوگ جھگڑ رہے ہیں اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کی طرف اٹھ رہے ہیں اور آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ ان کے قریب ایک عورت سبز لباس میں ملبوس بیٹھی ہے اور ایسے معلوم ہو رہی ہے جیسے وہ ان کے درمیان صلح کرانے کی خواہاں ہے اسی اثنا میں ایک آدمی کھڑا ہوتا ہے اور اپنے جیسے کے استر پلٹتا ہے پھر کہتا ہے اے مسلمانو! کیا تمہارا اسلام بوسیدہ ہو گیا جبکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کُرتا جو ابھی پرانا نہیں ہوا اسی دوران دوسرا شخص کھڑا ہوا اور قرآن کریم کی ایک جلد کو پکڑ کر جھٹکا جس کی وجہ سے قرآن کریم کے اوراق پھیلنے لگے۔ عاصم کہتے ہیں کہ میرے والد کلیب نے یہ خواب تعبیر بتانے والوں کے سامنے بیان کیا مگر کوئی اس خواب کی تعبیر نہ بتا سکا بلکہ تعبیر بتانے والے یہ خواب سن کر گھبرا جاتے تھے۔

عاصم کہتے ہیں کہ میرے والد (کلیب) نے فرمایا کہ میں بصرہ آیا تو دیکھا کہ لوگ لشکر تیار کر رہے ہیں میں نے ان سے پوچھا انہیں کیا ہوا تو مجھے لوگوں نے بتایا کہ ان لوگوں کو یہ اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف گئے ہیں (تاکہ ان کے خلاف شورش برپا کریں) اب یہ لوگ (اہل بصرہ) عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے جا رہے ہیں۔ پھر ابن عامر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین نے صلح کر لی ہے اور ان کے پاس جانے والا لشکر لوٹ چکا (یہ

سن کر) اہل بصرہ بھی اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت نے ان کو سخت رنج میں مبتلا کیا۔ میں نے اتنی کثیر تعداد میں بوڑھے لوگوں کو اتنا روتے ہوئے پہلے کبھی نہیں دیکھا کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوں۔ پھر تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہما بصرہ تشریف لائے پھر کچھ ہی عرصہ بعد علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ذی قار میں ٹھہرے۔ قبیلے کے دو بوڑھے مجھ سے کہنے لگے آؤ ان کے (علی رضی اللہ عنہ) کے پاس چلتے اور دیکھتے ہیں کہ یہ کیا دعوت دیتے ہیں اور کیا موقف لے کر آئے ہیں۔ پس ہم نکلے اور ان کی طرف بڑھے جب ہم ان کے قریب ہوئے تو ان کے گروہ ہمیں نظر آنے لگے۔ اچانک ہماری ایک نوجوان پر نظر پڑی جو سخت کھال والا تھا اور لشکر کے ایک جانب تھا۔

جب میں نے اسے دیکھا تو یہ اس عورت سے بہت مشابہت رکھتا تھا جس کو میں نے خواب میں مریض کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ اگر اس عورت جس کو میں نے خواب میں مریض کے سرہانے بیٹھے ہوئے دیکھا تھا کا کوئی بھائی ہو تو یہ اسی کا بھائی ہے۔ میرے ساتھ جو دو بزرگ شخص تھے ان میں سے ایک کہنے لگا آپ کی اس شخص سے کیا غرض ہے اور میری کہنی کو پکڑ کر دبایا۔ وہ جوان ہماری گفتگو سن کر کہنے لگا آپ کیا فرمارہے ہیں میرے ایک ساتھی نے کہا کچھ نہیں آجائیں۔ مگر اس نوجوان نے اصرار کیا کہ آپ بتائیں آپ کیا کہہ رہے تھے۔ پس میں نے اس کو اپنا خواب سنادیا تو نوجوان کہنے لگا یہ خواب آپ نے دیکھا ہے پھر وہ گھبرایا اور گھبراہٹ میں یہی کہتا رہا کہ یہ خواب آپ نے دیکھا ہے؟ یہ خواب آپ نے دیکھا ہے؟ اسی طرح کہتا رہا حتی کہ اس کی آواز ہم سے دور ہوتے ہی منقطع ہوگئی۔ میں نے کسی سے پوچھا یہ کون شخص تھا جو ہم سے ملا تو اس نے جواب دیا محمد بن ابی بکر۔ عاصم کے والد کلیب فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے پہچان لیا کہ وہ عورت (جو خواب میں مریض کے سرہانے بیٹھی تھی) عائشہ تھی۔

پس جب میں لشکر میں پہنچا تو میں نے وہاں عرب کے سب سے زیادہ دانا انسان کو پایا یعنی علی رضی اللہ عنہ کو عاصم کے والد کلیب بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم علی رضی اللہ عنہ مجھ سے میری قوم کے متعلق گفت وشنید کرنا چاہتے تھے میں نے سوچا کہ وہ تو میری قوم کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بصرہ میں بنی راسب بنی قدامہ سے زیادہ ہیں ناں! میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے مجھ سے سوال کیا کیا آپ اپنی قوم کے سردار ہیں میں نے جواب دیا جی نہیں۔ اگرچہ میری قوم اطاعت کرتی ہے مگر مجھ سے بڑے اور قابل اطاعت سردار بھی میری قوم میں موجود ہیں۔ پس علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ بنی راسب کا سردار کون ہے میں نے کہا فلاں پھر انہوں نے بنی قدامہ کے بارے میں سوال کیا کہ ان کا سردار کون ہے میں نے جواب دیا فلاں۔ پھر فرمایا کیا میرے دو خط ان دونوں سرداروں تک پہنچادو گے میں نے کہا جی ضرور، پھر فرمانے لگے کیا تم لوگ بیعت نہیں کرو گے تو عاصم کے والد کلیب فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ جو دو بزرگ تھے انہوں نے بیعت کر لی۔

پس وہ لوگ جوان کے پاس تھے ناراض ہوئے میرے والد نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے کچھ کہا اور اپنے ہاتھ کو بند کیا اور حرکت دی گویا کہ ان لوگوں میں ایک طرح کی خفت تھی پس انہوں نے کہنا شروع کیا بیعت کرلوان لوگوں کے چہرے پر سجدوں کے بڑے واضح نشان تھے۔علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس آدمی کو چھوڑ دو پھر عاصم کے والد کلیب گویا ہوئے کہ مجھے میری قوم نے رہنما بنا کر بھیجا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میں ان کو اس تمام معاملے سے آگاہ کردوں جو میں نے دیکھا ہے۔اگر وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے تیار ہوئے تو میں بھی آپ کی بیعت کرلوں گا اور اگر انہوں نے روگردانی کی تو میں بھی آپ سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دیکھو تمہاری قوم نے تمہیں رہنما بنا کر بھیجا ہے پس آپ نے باغ اور کنواں دیکھ لیا پھر بھی تم اگر اپنی قوم سے گھاس اور پانی کی تلاش کا کہو تو اگر تمہاری قوم نے انکار کر دیا تو پھر آپ خود پانی اور گھاس تلاش نہ کرسکو گے۔میں ان کی انگلی پکڑی اور کہا ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں کہ ہم آپ کی اطاعت پر قائم رہیں گے۔پس اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو پھر ہمارے اوپر آپ کی اطاعت لازم نہیں۔تو علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ٹھیک ہے اور آواز کو لمبا کیا۔

پس میں نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا پھر محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا جو لوگوں کے ایک جانب بیٹھے تھے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بصرہ میں اپنی قوم کی طرف جا کر میرے دونوں خط اور دونوں باتیں ان تک پہنچا دینا۔ پھر محمد بن حاطب علی رضی اللہ عنہ کی طرف آئے اور کہنے لگے۔جب میں اپنی قوم کی طرف آیا تو میری قوم کے لوگ پوچھنے لگے کہ ان کا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا خیال ہے تو میں نے جواب دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کے آس پاس کے لوگ تو انہیں برا بھلا کہہ رہے تھے مگر علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی سے ناپسندیدگی کا اظہار ہو رہا تھا بوجہ ان لوگوں کے برا بھلا کہنے کے۔

تو محمد بن حاطب نے کہا اے لوگو ٹھہر جاؤ اللہ کی قسم نہ تم سے میں نے سوال کیا ہے اور نہ تمہارے بارے میں مجھ سے سوال کیا گیا ہے پس علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں میری سب سے اچھی بات ان کو بتا دینا کہ وہ اہل ایمان میں سے تھے نیک اعمال کرنے والے تھے پھر اللہ سے ڈرنے والے تھے اور حسن سلوک کرنے والے تھے اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے عاصم کہتے ہیں میرے والد کلیب نے فرمایا میں وہاں ہی تھا کہ اہل کوفہ میرے پاس آئے اور مجھ سے ملاقات کرنے لگے پھر کہنے لگے کہ کیا آپ دیکھ رہے ہیں ہمارے بصرہ کے بھائی ہم سے قتال کرنا چاہتے ہیں یہ بات انہوں نے ہنستے ہوئے اور تعجب کرتے ہوئے کہی پھر کہنے لگے اللہ کی قسم اگر ہماری ان سے مدبھیڑ ہوئی تو ہم ضرور ان سے اپنا حق لیں گے عاصم کے والد کلیب فرماتے ہیں کہ وہ ایسے لگ رہے تھے جیسے قتال نہیں کریں گے میں علی رضی اللہ عنہ کا خط لے کر نکلا پس جن دو سرداروں کی طرف علی رضی اللہ عنہ نے خط لکھا تھا ان میں سے ایک نے خط لیا اور جواب دیا پھر مجھے دوسرے کا پتا بتایا گیا لوگ اسے کلیب کہتے تھے مجھے اجازت ملی اور میں نے خط اس تک پہنچایا اور بتایا کہ یہ خط علی رضی اللہ عنہ کا ہے اور میں نے علی رضی اللہ عنہ کو

بتایا تھا کہ آپ قوم کے سردار ہیں پس اس نے خط لینے سے انکار کر دیا اور کہا مجھے آج سرداری کی کوئی ضرورت نہیں بے شک تم لوگوں کی سرداری آج ایسی ہے جیسے گندگی، کمینوں اور مشکوک النسب لوگوں کی سرداری۔ پھر کہا آپ انہیں کہہ دینا مجھے سرداری کی کوئی ضرورت نہیں۔اور خط کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔

کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں علی رضی اللہ عنہ تک واپس پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہو گئے اور لوگ لڑنے کے لئے سیدھے ہو گئے۔ پس علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو قراء تھے وہ سوار ہوئے جب نیزہ بازی شروع ہوئی پھر میں علی رضی اللہ عنہ سے اس وقت ملا جب لوگ قتال سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں اشتر کے پاس گیا وہ زخمی تھے۔ عاصم کہتے ہیں ہمارے اور اس کے مابین عورتوں کی طرف سے کوئی رشتہ داری تھی جب اشتر نے میرے والد کی طرف دیکھا جب کہ اس کا گھر اس کے ساتھیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اشتر نے کہا اے کلیب تم ہم سب سے زیادہ بصرہ کو جانتے ہو۔ آپ جائیے اور میرے لیے ایک سریع الحرکت اونٹ خرید لیں پس میں نے ایک سردار سے ایک جوان اونٹ پانچ سو درہم کے عوض خریدا۔ پھر کہنے لگا اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہنا کہ آپ کا بیٹا مالک آپ سے سلام عرض کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ اونٹ قبول کر لیجیے اور اس پر سوار ہو کر اپنے اونٹ کی جگہ پہنچ جائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس پر سلامتی نہ ہو اور وہ میرا بیٹا نہیں ہے اور اونٹ لینے سے انہوں نے انکار کر دیا۔ میں واپس اس کے پاس آیا اور اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان پہنچا دیا۔

کلیب کہتے ہیں کہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور پھر اپنی کلائی سے آستین ہٹائی پھر کہنے لگا عائشہ رضی اللہ عنہا مرنے والے کی موت پر مجھے ملامت کر رہی ہیں میں تو قلیل سی جماعت میں آیا تھا۔ پھر اچانک ابن عتاب آئے اور مجھ سے مقابلہ کیا اور کہنے لگا تم مجھے اور مالک کو قتل کر دو پس میں نے اسے مارا اور وہ بہت بری طرح گرا پھر میں ابن زبیر کی طرف لپکا انہوں نے مجھے کہا مجھے اور مالک کو قتل کر دو اور میں پسند نہیں کرتا کہ وہ یہ کہہ دے کہ مجھے اور اشتر کو قتل کر دو اور نہ یہ پسند کرتا ہوں کہ ہماری عورتیں غلاموں کو جنم دیں عاصم کہتے ہیں کہ میرے والد کلیب فرماتے ہیں کہ پھر میں اکیلے میں اس سے ملا اور اس سے کہا کہ آپ کے غلام جننے والے قول نے آپ کو کیا فائدہ دیا وہ مجھ سے قریب ہو گیا اور کہنے لگا آپ صاحب بصرہ (علی رضی اللہ عنہ) کے بارے میں مجھ کو وصیت کیجیے کیونکہ میرا مقام آپ کے بعد ہی ہے کلیب نے اسے کہا کہ اگر صاحب بصرہ نے آپ کو دیکھا تو آپ کا ضرور اکرام کریں گے۔ عاصم بن کلیب کے والد کلیب کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو امیر سمجھنے لگا۔ پس میرے والد محترم وہاں سے اٹھے اور باہر آ گئے تو میرے والد کو ایک آدمی ملا اس نے خبر دی کہ امیر المومنین نے خطبہ دیا اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا عامل مقرر کیا اور علی رضی اللہ عنہ فلاں دن شام کی طرف جانے والے ہیں۔ پس میرے والد محترم کو کہا یہ بات تو نے خود سنی ہے تو میرے والد نے نہیں کہا نہیں تو اشتر نے میرے والد کو ڈانٹا اور کہا بیٹھ جاؤ بیشک یہ جھوٹی خبر ہے میرے والد کہتے ہیں کہ میں اسی جگہ بیٹھا تھا کہ ایک اور شخص نے ایسی ہی خبر دی۔ اشتر نے اس سے بھی یہی سوال کیا کہ کیا تم نے خود دیکھا

ہے اس نے کہا نہیں پھر اسے بھی کچھ کہا یہ بھی تمہارے جیسی خبر لے کر آیا ہے جبکہ میں لوگوں کی ایک سمت میں بیٹھا تھا۔ تھوڑی ہی بعد دیر کے بعد عتاب تغلبی آیا اس کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔ یہ تمہارے مومنین کا امیر ہے؟ فلاں فلاں دن وہ شام کی طرف جانے والا ہے۔ اشتر نے اس سے کہا اے کانے! تو نے یہ بات خود سنی ہے؟ اس نے کہا ہاں اشتر! اللہ کی قسم میں نے خود اپنے ان دونوں کانوں سے سنی ہے۔ اشتر مسکرایا پھر کہنے لگا اگر ایسا ہوا تو ہم نہیں جانتے کہ ہم نے شیخ (امیر المومنین) کو مدینہ میں کیوں قتل کیا؟ پھر اپنے لشکریوں کو سوار ہونے کا حکم دیا اور خود سوار ہوا کہنے لگا کہ ان کا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف ارادہ ہے۔ علی رضی اللہ عنہ اس کے لشکر سے فکر مند ہوئے پھر اس کی طرف خط لکھا کہ میں نے تم کو امیر اس لئے نہیں بنایا کہ مجھے اہل شام جو تمہاری ہی قوم ہے کے خلاف تمہاری مدد درکار ہے ورنہ امیر نہ بنانے کی یہ وجہ نہ تھی کہ تم اس کے لئے اہل نہ تھے پس لوگوں میں کوچ کے لئے ندا لگائی پس اشتر کھڑا ہوا یہاں تک کہ سب سے آگے والے لوگوں کے ساتھ مل گیا۔ اس نے ان کے لئے پیر کا دن مقرر کیا تھا میرے خیال کے مطابق پس اشتر نے وہ کر لیا جو کرنا تھا تو اس نے لوگوں میں اس سے پہلے کوچ کرنے کے لئے آواز لگوائی۔[1]

(۱) کلیب کا خواب:

روایت میں کلیب بن شہاب کے خواب کا ذکر ہے جو ایک سیاسی اور گھڑا ہوا خواب ہے، جس میں آتا ہے کہ ایک آدمی بیمار ہے اور اس کے آس پاس لوگ جھگڑا کر رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ اس خواب میں بیمار آدمی سے مراد سیدنا عثمان علیہ السلام ہیں اور جو لوگ جھگڑا کر رہے ہیں وہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور علی رضی اللہ عنہ کے گروہ کے لوگ ہیں اور ایک عورت سبز لباس پہنے ہوئے ان کے درمیان صلح کروانے کے لیے کوشاں ہے، یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں گی جن کو اتنی قوت دی جا رہی ہے کہ صلح کروانے کی طاقت صرف ان کے پاس ہے۔ جبکہ ایک لالچی آدمی کھڑا ہو کر اپنی خلافت کی بات کر رہا ہے کہ" اے مسلمانو! کیا تمہارا اسلام بوسیدہ ہو گیا جبکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کُرتا (یعنی خلافت) جو ابھی پرانا نہیں ہوا"۔ اس آدمی سے مراد یقیناً علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور قرآن کریم کی ایک جلد کو پکڑ کر جھٹکا جس کی وجہ سے قرآن کریم کے اوراق پھیلنے لگے۔ یعنی قرآن کے مطابق چلنا چاہ رہا ہے۔ یہاں معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کو بہت نیک دکھایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ قرآن کے مطابق چلتے تھے اور قصاص مانگتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واحد انسان ہیں جو صلح کروا سکتی ہیں اور علی رضی اللہ عنہ تو لالچی ہیں (معاذ اللہ) جو خلافت کی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ خواب بلا شک وشبہ ناصبیت زدہ ضرور ہے۔ حتیٰ کہ جس نے خواب دیکھا ہے یعنی کلیب نے جب وہ یہ خواب تعبیر بتانے والوں کے سامنے بیان کرتا تو کوئی اس خواب کی

---

[1]: مصنف بن ابی شیبہ مترجم

تعبیر نہ بتا پاتا بلکہ تعبیر بتانے والے یہ خواب سن کر گھبرا جاتے تھے۔
لہذا یہ سیاسی خواب گھڑا گیا ہے سیدنا علی کو پست کرنے کے لیے اور ان کا منفی کردار دکھانے کے لیے۔ جبکہ ان کے مخالفین کو حق پر اور قرآن پر چلنے والا دکھایا جا رہا ہے۔

(۲) جمل کے لمبے قصے والی روایت پر امام عجلی کا ردعمل:

امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قطبة بن العلاء بن المنهال الغنوي: كان يحدث عن أبيه، حدثنا طويلا في قصة الجمل، لم تطب نفسي أكتب عنه، لأنه كان على شرطة الكوفة[1]

قطبہ بن علاء بن منہال غنوی یہ اپنے باپ (علاء بن منہال) سے حادثے بیان کرتا تھا ایک لمبی حدیث جمل کے قصے میں، اور میرے نفس میں ایسی کوئی اچھائی نہیں آئی کہ میں اس سے لکھوں (اس کی روایتیں جس میں جمل کے لمبے قصہ والی روایت بھی شامل ہے)، کیونکہ یہ کوفہ کے پولیس والوں میں سے تھا (سیاسی بندہ تھا)۔

امام عجلی رحمہ اللہ اس روایت کو جانتے تھے کہ علاء بن منہال کا بیٹا بھی اپنے باپ سے "جمل کے متعلق لمبے قصے" والی روایت بیان کرتا تھا۔ اور عجلی اس روایت کو اس طرح بیان کر رہے ہیں کہ وہ جمل کے بارے میں لمبا قصہ ہے۔ اگر ہم اس روایت کا سیاق دیکھیں تو جمل کی طرف ہی اشارہ ہے، جیسا کہ مصنف بن ابی شیبہ کی کتاب الجمل کی پہلی روایت ہی جمل کے لمبے قصے پر مشتمل ہے۔ اور اسے بھی علاء بن منہال بیان کرتا ہے۔ علاء بن منہال کی اکثر روایات اس کے بیٹے نے نقل کی ہیں اور ہم علاء بن منہال کے حالات میں اس کی جملہ روایات کا ذکر کر چکے ہیں۔
اس کے باوجود امام عجلی نے اپنے نفس میں اچھائی نہ سمجھی کہ اس کی بیان کردہ روایات میں سے ایک جمل کے لمبے واقعے کو لکھیں اور جس روایت کے بارے میں کسی محدث کا نفس خیر محسوس نہ کرے تو اس روایت میں نکارت ہوتی ہے اس لیے محدث کا نفس اس روایت میں خیر نہیں پاتا۔ امام عجلی نے ایک طرح سے اس روایت کی نکارت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ان کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ تھی کہ وہ پولیس والا تھا (سیاسی تھا)۔ بعض اوقات محدثین کسی راوی کو ذکر کر کے اس کی منکر روایت بھی ذکر کر دیتے ہیں اگر امام عجلی قطبہ کو ضعیف مانتے ہوں اور اس کی جمل کے متعلق منکر روایت ذکر کی اور ساتھ میں یہ کمزوری ذکر کی ہے کہ یہ کوفہ کے پولیس والوں میں سے تھا۔ لیکن اس میں قطبہ منفرد نہیں بلکہ قطبہ کے علاوہ بھی لوگوں نے قطبہ کی متابعت کی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی سند میں ابو اسامہ تھے۔ غالباً امام عجلی تک علاء بن منہال والا طریق دوسرے راویوں سے نہیں پہنچا وہ سمجھ رہے ہوں گے یہ یہ قطبہ کی روایت

---

[1]: معرفة الثقات من رجال أہل العلم والحدیث ومن الضعفاء وذکر مذاہبہم واخبارہم للامام العجلی ص ۳۹۲ رقم ۱۳۸۹ ط. الباز

ہے۔لیکن علاء بن منہال سے اس کے دوسرے شاگرد ابواسامہ (ثقہ) نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔تو یہ الزام قطبہ پر نہیں بلکہ اس کے باپ علاء بن منہال پر آتا ہے، کیونکہ کسی ایک ثقہ نے اس کی متابعت نہیں کی بلکہ وہ اس میں منفرد ہے۔

اگر سیاسی بندہ ہونے کے سبب کوئی قابل ترک ہے تو قطبہ کا باپ علاء بن منہال بھی پولیس والا تھا، علامہ بلاذری فرماتے ہیں: العلاء بن المنهال بن العلاء بن قطبة بن سليم بن الحارث بن غضبان، ولي شرطة الكوفة [1]

(۳) علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب عثمان رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرتے تھے؟

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے آس پاس کے لوگ عثمان علیہ السلام پر سب کرتے تھے۔جیسا کہ اس روایت میں "فسبه الذين حوله" (علی کے آس پاس کے لوگ تو عثمان کو برا بھلا کہہ رہے تھے) کے الفاظ ہیں۔یہاں "الذین" جمع ہے یعنی ایک سے زائد لوگ۔روایت کے متن میں اس کے آگے ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ پر سَب کرنے کے سبب علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی سے ناپسندیدگی کا اظہار ہورہا تھا۔

اس سے تو یہ ثابت ہورہا ہے علی رضی اللہ عنہ کے آس پاس اکثر لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بولتے تھے۔قارئین حیران ہوں گے کہ رافضیوں کے پاس جمل سے متعلق اس لمبے قصے والی روایت کا یہی قطعہ جس میں "فسبه الذين حوله" ہے، ان کی کتابوں میں ملتا ہے لہذا اس روایت کو نہ ماننے سے رافضیوں کو طاقت نہیں ملے گی بلکہ مان کر ان کو قوت بخشی جارہی ہے!

اسی روایت کو رافضہ اثناعشریہ کے عالم شیخ مفید نے اپنی کتاب الجمل میں "الواقدي عن شيبان بن عبد الرحمن عن عاصم بن كليب عن أبيه" کے سلسلہ سے نقل کیا ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ عبدالہادی حسینی شیرازی کا شاگرد شیخ محمد باقر المحمودی اسی روایت کو نقل کرکے اس روایت پر حاشیہ میں لکھتا ہے:

وبما انه لم يكن معه عليه السلام في تلك الحال غير المهاجرين والانصار - كما تقدم ذلك - يعلم أن جلهم كانوا يرون عثمان مستحقا للسب والشتم، وإلا لم يقدموا على ذلك، وأما كراهته عليه السلام فمن باب قوله تعالى في الآية: (۱۰۸) من سورة الانعام: "ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسب الله عدوا بغير علم" [2]

علی علیہ السلام کے ساتھ اس حال میں (اردگرد) مہاجرین وانصار کے علاوہ لوگ نہیں تھے وہ اس چیز کا علم رکھتے

---

[1]: أنساب الاشراف للبلاذري: ۱۳/۲۵۶

[2]: نہج السعادۃ فی مستدرک نہج البلاغۃ لمحمد باقر المحمودي: ۱/۲۷۰

تھے کہ عثمان سب وشتم کے مستحق تھے اگر اس طرح نہ ہوتا تو وہ (علی کے آس پاس کے لوگ) ایسا عمل نہ کرتے۔ اور علی علیہ السلام جو کراہت کر رہے ہیں (یعنی پسینے آ گئے) تو یہ اس معاملہ کے باب میں سے کہ قرآن میں سورہ انعام میں آیت (۱۰۸) آئی ہے: "اور جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں انہیں برا نہ کہو ورنہ وہ بے سمجھی میں زیادتی کر کے اللہ کو برا کہیں گے"۔

عمومی اعتراضات کے جوابات:

(۱) **اعتراض:** اگر مالک اشتر کو برا کہنے سے علی کو برا کہنا لازم آتا ہے تو مروان بن حکم اور یزید بن معاویہ کو برا کہتے وقت یہ اصول کہاں چلا جاتا ہے؟ مروان کو تو علی سے افضل شخص عثمان نے گورنر بنایا تھا اسی طرح یزید کو معاویہ نے حکومت دی جید صحابہ نے اس کی بیعت کی؟!

جواب عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو گورنر طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بنایا تھا یا پہلے؟

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے یزید کو حاکم حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اہل مدینہ پر حملے سے پہلے بنایا تھا یا بعد میں؟

مالک اشتر رحمہ اللہ پر اگر قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کا الزام ثابت ہوتا تو اس وقت کے لوگوں نے یہ فیصلہ کرنا تھا، حیرت ہے کہ چودہ سو سال بعد یہ لوگ جان گئے لیکن خلیفہ وقت علی رضی اللہ عنہ غیر واقف رہے؟!

اس بات کا اثبات کون کرے گا کہ مالک رحمہ اللہ کا کردار کتنا تھا؟ ان پر فیصلے کا حق صرف عدالت کو ہی تھا جو ان کے کردار کا تعین کر کے ان پر فیصلہ کرتی۔ اور ہر باغی کے خلاف قتل کا فتویٰ صادر نہیں ہوتا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں جس کا جتنا کردار تھا اسے اتنی ہی سزا مل سکتی تھی۔ اور جب ان باغیوں نے بغاوت ترک کر کے امام کی بیعت کر لی تو ان پر سے باغی کا ٹیگ بھی ختم ہو گیا۔ یہ ایک فقہی بحث ہے جسے علی رضی اللہ عنہ جیسا فقیہ بخوبی جانتا تھا۔

مالک اشتر رحمہ اللہ پر اعتراض اگر قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کا ہے تو اس کا دوٹوک مطلب یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ بھی قاتلین کو جانتے ہوئے تحفظ فراہم کر رہے تھے، ایک طرف تو قاتلین سے براءت کا اظہار بھی کرتے اور دوسری طرف اشتر رحمہ اللہ کو شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد گورنر بھی بنایا!؟

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مسئلہ کوئی اتنا آسان نہیں تھا۔ امویوں کے طرز عمل سے تو یہی لگتا تھا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ سے اختلاف کرنے والے ہر شخص کے خون کے در پہ تھے۔ حتی کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کہنا پڑا کہ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ بنو امیہ مجھ کو قبول کریں گے تو میں ان کو بنو ہاشم سے پچاس قسمیں دیتا کہ میں نے نہ

عُثمانؓ کے قتل کا حکم دیا، نہ اُن کے قتل کی طرف مائل ہوا" [1]

علی رضی اللہ عنہ کے ردعمل سے ظاہر ہوتا ہے وہ ہر ایک باغی کو ایک سانپ نہیں دیکھتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بچاؤ میں اپنی قوت میں سب کچھ کیا پہلے تو اس کی تعریف میں اختلاف ہے آیا قاتلین عثمان سے مراد کون لوگ ہیں؟ آیا ہر باغی قاتل ٹھہرایا جس نے قتل کیا۔ اس کا فیصلہ علی رضی اللہ عنہ کی حکومت مضبوط ہونے کے بعد ایک عدالتی تفتیش سے ہوتا جو جمل و صفین کی جنگوں نے ہونے نہ دیا۔

(۲) اعتراض: کیا ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے مالک اشتر رحمہ اللہ کو کتا کہا؟

جواب یہ روایت مختلف طرق سے آتی ہے، اس کے مرکزی راوی ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے غلام کنانہ ہیں۔ اول تو یہ روایت ہمارے نزدیک کمزور ہے، جن کے ہاں صحیح ہے وہ اس روایت کو مکمل قبول کریں صرف ایک حصے پر اکتفا نہ کریں!

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو عامر العقدي، نا محمد وهو ابن طلحة بن مصرف، حدثني كنانة مولى صفية بنت حيي أنه "شهد مقتل عثمان رضي الله عنه، قال: وأنا يومئذ ابن أربع عشرة سنة، قال: أمرتنا صفية بنت حيي أن نرحل بغلة بهودج فرحلناها، ثم مشينا حولها إلى الباب، فإذا الأشتر وناس معه، فقال الأشتر لها: ارجعي إلى بيتك فأبت، فرفع قناة معه، أو رمحا، فضرب عجز البغلة، فشبت البغلة، ومال الهودج حتى كاد أن يقع، فلما رأت ذلك قالت: ردوني، ردوني، وأخرج من الدار أربعة نفر من قريش مضروبين محمولين، كانوا يدرءون عن عثمان، فذكر الحسن بن علي، وعبد الله بن الزبير، وأبا حاطب ومروان بن الحكم، قلت: فهل يدي محمد بن أبي بكر بشيء من دمه، فقال: معاذ الله دخل عليه، فقال له عثمان: لست بصاحبه، وكلمه بكلام فخرج ولم يتد من دمه بشيء، قلت: فمن قتله؟ قال رجل من أهل مصر يقال له جبلة بن أيهم فجعل ثلاثا يقول: أنا قاتل نعثل قلت: فأين عثمان يومئذ؟ قال: في الدار" [2]

طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ صفیہ کے غلام کنانہ جنھوں نے مقتلِ عثمان کو دیکھا ہے، نے مجھے بیان کیا کہ میں اس وقت چودہ سال کا تھا۔ فرماتے ہیں: صفیہ نے ہمیں حکم دیا کہ خچر پر پالان کے سمیت سوار ہو چنانچہ ہم سوار ہوئے پھر ایک گیٹ

---

[1]: أخرجه ابن شيبه في تاريخ المدينه (٤/١٢٦٩) عن يحي بن سعيد القطان وابن إدريس، عن محمد بن قيس الاسدي، عن علي بن ربيعه الوالبي، عن علي بن أبي طالب، وأخرجه ابن عساكر في «تاريخ دمشق» (ص ٤٦٣: ترجمة عثمان بن عفان) من طريق سفيان بن عيينة، ووكيع بن الجراح. ثلاثتهم عن محمد بن قيس الاسدي به. وهذا لفظ ابن شبة ولفظ ابن عساكر بنحوه. وإسنادهما صحيح

[2]: مسند إسحاق بن راهويه: ٤/٢٦١

کے پاس پہنچے وہاں مالک اشتر اور اس کے ہمراہ لوگ تھے۔ اشتر نے ان (صفیہ) سے کہا: آپ اپنے گھر لوٹ جایئے۔ تو انہوں نے منع کر دیا۔ اشتر نے اپنا برچھا یا نیزہ نکالا جو اس کے پاس تھا، خچر کی سُرین پر مارا جس کے سبب خچر بدک گیا یہاںتک کہ پالان گرتے گرتے بچا، جُوں ہی صفیہ نے یہ سب دیکھا تو فرمانے لگیں: مجھ کو واپس کیجیے، مجھ کو واپس کیجیے۔ پھر گھر سے چار قریش کے لوگ آئے جو بظاہر پٹے ہوئے تھے، وہ عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کر رہے تھے۔ انہوں نے حسن بن علی، ابن زبیر، ابن خاطب اور مروان بن حکم کے نام بیان کئے۔ ۔ محمد بن طلحہ نے کنانہ سے سوال کیا کہ کیا محمد بن ابی بکر کے ہاتھ ان (عثمان) کے خون میں ہیں؟ کنانہ نے کہا: اللہ کی پناہ! وہ داخل ہوئے۔ عثمان نے کہا: کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی نہیں؟ پھر انہوں نے ان سے بات کی اور واپس چلے گئے اور ان کے خون میں سے کچھ بھی نہیں بہایا۔ (محمد بن طلحہ نے کہا) میں نے کہا: پھر کس نے قتل کیا؟ کنانہ نے کہا: مصر کا ایک آدمی جسے" جبلہ بن ایہم" کہا جاتا تھا، اس نے تین مرتبہ کہا: میں یہودی بڈھے (یعنی عثمان، والعیاذ باللہ) کا قاتل ہوں۔ (محمد بن طلحہ نے کہا کہ) میں نے پوچھا: اس دن عثمان کہاں تھے؟ کنانہ نے کہا: گھر میں تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أخبرنا أحمد بن عبد الله بن يونس قال: أخبرنا زهير بن معاوية، قال: أخبرنا كنانة مولى صفية قال: رأيت قاتل عثمان في الدار رجلا أسود من أهل مصر يقال له جبلة، باسط يديه، أو قال رافع يديه، يقول: أنا قاتل نعثل [1]

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے غلام کنانہ نے کہا: میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل کو گھر میں دیکھا۔ وہ اہل مصر میں سے کالا آدمی تھا اسے جبلہ کہا جاتا تھا۔ ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا تھا کہ میں نعثل (یہودی بڈھے) کا قاتل ہوں۔

معترضین جن کے نزدیک یہ روایت ثابت ہے، وہ کیا یہ باتیں بھی مانیں گے؟:

۱) عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت مالک اشتر رحمہ اللہ گھر کے باہر تھے، گھر کے اندر نہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ وہ گیٹ پر کھڑے تھے۔ نیز ایک اور روایت ہے جو معترضین کے منہج پر بالکل صحیح ہے، ابو اسید الانصاری کے غلام ابوسعید کہتے ہیں کہ جب مالک اشتر نے باغیوں (جو ابوسعید کی روایت کے مطابق مصری وفد والے تھے) کے سامنے یہ بات پیش کی کہ خط کے ذریعے کسی نے عثمان رضی اللہ عنہ اور تمہارے ساتھ مکر کیا ہے تو ان لوگوں نے اشتر کو پیروں تلے روندڈالا گیا اور اس کو چوٹیں آئیں [2] غالباً اسی واقعہ کے بعد اشتر رحمہ اللہ کو وہاں سے

---

[1]: الطبقات الکبری لابن سعد: ۳/ ۸۳

[2]: مصنف ابن أبي شيبہ: رقم ۳۶۱۹۵۰۳۶، مسند البزار: ۲/ ٤۲، فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل: رقم ۷٦٦، تاریخ المدینہ لابن شبہ: ٤/ ۱۱۹۱، صحیح ابن حبان: رقم ۲۱۹۹، مستدرک حاکم: ۲/ ۳۳۹ وصححہ [الذہبی]

باہر نکال دیا تبھی وہ گھر کے باہر گیٹ پر باہر کھڑے تھے۔ اشتر رحمہ اللہ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع میں زخمی ہوئے تھا۔

۲) محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ بھی قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ سے بری ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ اشتر رحمہ اللہ نے ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو واپس جانے کا کیوں کہا اور کیوں ان کی سواری پر ضرب ماری؟

ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا عورت تھیں، فتنہ میں ویسے بھی کافی لوگ گھر کے اندر غٹ پٹ تھے، وہ اکیلی عورت ان مردوں کے بیچ میں جا کر کیا کرتیں؟ ان کی احترام کے خاطر زبردستی ان کو واپس بھیجا گیا۔ اگر اشتر رحمہ اللہ کا ارادہ صفیہ رضی اللہ عنہا پر حملے کا ہوتا تو وہ ان کو پہلے واپس جانے کا نہ کہتے بلکہ ان کی سواری کی جگہ براہ راست ان پر حملہ آور ہوتے اور ان کے ساتھ لوگ بھی تھے، قوت بھی تھی۔ اگر اشتر رحمہ اللہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں سے تھے تو اتنی قوت کے باوجود وہ ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی شہید کر دیتے؟! ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(۳) اعتراض: امام احمد رحمہ اللہ نے مالک اشتر پر جرح کی ہے۔

جواب امام اہل السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مالک اشتر پر جرح نہیں کی بلکہ یہ اس کے کثیر الروایہ ہونے کی نفی ہے۔
جیسا کہ علامہ مقبل بن هادي اور علامہ الألبانی کے تلمیذ محدث أبوالحسن مصطفى بن إسماعيل السليماني الماربي لکھتے ہیں:

إذا سئل أحدهم عن راو هل يروى عنه؟ فقال المسئول: لا:

كثيرا أما يَرِدُ هذا اللفظ على سبيل الجرح بمعنى أن الراوي ليس أهلاً للرواية عنه كما سبق في المرتبة الرابعة من مراتب التجريح، لكن قد يرد هذا اللفظ في حالة أخرى ويقصد به أن المسئول له رواية، كما جاء في »تهذيب التهذيب« ترجمة مالك بن الحارث بن عبد يغوث النخعي الأشتر قال مهنا: »سألت أحمد عن مالك الأشتر يروى عنه الحديث؟ قال: لا« ، قال الحافظ ابن حجر: »لم يرد أحمد بذلك تضعيفه وإنما نفى أن تكون له رواية« (۱۲/۱۰) بل إن أبا حاتم يقول في بعض من يسأل عنهم: »لا يروى عنه« مع صفه لهم بالصحبة، انظر ترجمة رافع بن عنجرة ورافع بن المعلى الأنصاري ورافع بن مالك الزرقي (۳/۴۸۰) »الجرح والتعديل« [1]

جب ان (محدثین) میں سے کسی سے راوی کے تعلق سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اُس سے روایت لی جا سکتی ہے تو جن سے سوال کیا جاتا، ان کا جواب ہوتا: نہیں۔

---

[1]: شفاء العليل بألفاظ وقواعد الجرح والتعديل لأبي الحسن مصطفى بن إسماعيل: ۱/۳۰۹- ط مکتبہ ابن تیمیہ- مکتبہ العلم

عام طور سے اکثر و بیشتر یہ لفظ جرح کے طور پر استعمال ہوتا ہے یعنی کہ وہ راوی روایت بیان کرنے کا اہل نہیں ہے (اس راوی سے روایت قبول نہیں کی جاسکتی)۔جیسا کہ جرح کے چوتھے مرتبہ میں بیان کیا جاچکا ہے، لیکن کبھی کبھی یہ لفظ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ جس کے بارے میں سوال کیا گیا اُس کی کوئی روایت ہے یا نہیں ہے، یہ سوال مقصد ہوتا ہے (روایت قبول کرنا الگ ہے اور اُس کی روایت ہونا الگ چیز ہے)، جیسا کہ تہذیب التہذیب میں مالک الاشتر کے حالات میں ہے کہ مُہنا رحمہ اللہ نے کہا: "میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے مالک الاشتر کے بارے میں پوچھا کہ کیا اُن سے کوئی حدیث روایت ہے؟ فرمایا: نہیں"۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "اس سے مراد امام احمد کا اشتر کو ضعیف قرار دینا نہیں ہے، بلکہ انہوں نے اُن کی کسی روایت ہونے کی نفی کی ہے"۔(۱۰/۱۲) بلکہ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ تو بعض راویوں سے متعلق یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں لا یروی عنہ (ان سے کوئی روایت بیان نہیں کی گئی ہے) جبکہ ان کی صحابیت صفت بیان کرتے ہیں (یعنی ان سے متعلق کہتے ہیں وہ صحابی ہوتے ہیں)، دیکھیے رافع بن عنجرۃ، رافع بن المعلیٰ الانصاری اور رافع بن مالک الزرقی کے حالات (الجرح والتعدیل ۳/۴۸۰)۔

* امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسند میں مالک اشتر رحمہ اللہ کی دو روایات ہیں:

(۱) حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن سلمة بن كهيل، قال: سمعت محمد بن عبد الرحمن، يحدث، عن عبد الرحمن بن يزيد، عن الأشتر، قال: كان بين عمار وبين خالد بن الوليد كلام..... الحديث. [1]

(۲) حدثنا إسحاق بن عيسى، حدثني يحيى بن سليم، عن عبد الله بن عثمان، عن مجاهد، عن إبراهيم بن الأشتر، عن "أبيه" عن أم ذر..... [2]

میں کہتا ہوں: مالک اشتر قلیل الروایہ ہے لا یروی عنہ سے امام احمد نے عمومی طور پر نفی کی کہ عموماً لوگ اس سے روایت نہیں کرتے تھے اور دو روایات اپنی مسند میں لائے ہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ ان کے نزدیک متروک نہ تھا۔

(۴) اعتراض: حافظ شمس الدین ذہبی نے مالک اشتر کو سیدنا عثمان کا قاتل کہا۔

جواب: ہم جانتے ہیں یہ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۴/۳۴) میں اشتر کے ترجمۃ میں لکھا ہے۔ اور ہم یہ بھی

---

[1]: مسند أحمد: ۲۸/۲۴ رقم ۱۶۸۲۱ ط. الرسالة

[2]: مسند أحمد: ۳۵/۳۰۰ رقم ۲۱۳۷۳

جانتے ہیں کہ حافظ ذہبی نے » مصعب بن سلام عن محمد بن سوقۃ عن عاصم بن کلیب عن أبیہ « والی روایت کی تحسین کی ۔ نیز آپ نے اس مقام پر فرمایا: "مصعب بن سلام میں مسئلہ نہیں ہے ان شاء اللہ "[1] ۔ اور دوسرے مقام پر ذہبی نے مصعب بن سلام پر جرح بھی کی ہے، اس کا ذکر ہم سند پر کلام میں کر چکے ہیں یہ حافظ ذہبی کے تناقضات میں سے ایک ہے ۔ تاریخی روایات میں علامہ ذہبی تساہل برتتے تھے حتی کہ آپ اس میں ضعیف روایات بھی قبول کرتے ہیں ۔ حتی کہ آپ نے یزید بن معاویہ کو شرابی اور بدکردار لکھا ہے[2]

مگر ضعیف راویات میں سے مرضی کا انتخاب کرنا یہ بھی جائز اور درست ہے؟! حافظ ذہبی پر شیخ البانی گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وأعجب من ذلك كله تحفظ الحافظ الذهبي بقوله في ترجمة (الحكم) من "تاريخه" (٢/٩٦): "وقد وردت أحاديث منكرة في لعنه، لا يجوز الاحتجاج بها، وليس له في الجملة خصوص من الصحبة بل عمومها"!

ذا قال! مع أنه – بعد صفحة واحدة – ساق رواية الشعبي عن ابن الزبير مصححا إسناده كما تقدم!! ومثل هذا التلون أو التناقض مما يفسح المجال لأهل الأهواء أن يأخذوا منه ما يناسب أهواءهم! نسأل الله السلامة.

وبمناسبة قوله المذكور في صحبته؛ أعجبتني صراحته فيها في "السير" (٢/١٠٧)؛ فقد قال:

"وله أدنى نصيب من الصحبة"![3]

اس باب میں ان تمام باتوں سے درکنار ایک عجیب بات حافظ ذہبی کا حکم بن عاص کے ترجمے میں اس قول کے ذریعے اس کا تحفظ کرنا ہے جسے امام ذہبی نے اپنی تاریخ (۲ / ۹٦) میں لکھا ہے: حکم بن عاص پر لعنت کے بارے میں منکر احادیث وارد ہوئی ہیں، ان سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے، اور اس کے بارے میں یہ جملہ اس کی صحابیت کی خصوصیت سے نہیں بلکہ عمومی طور پر کہا ہے اور ایک صفحہ ہی کے بعد شعبی عن ابن الزبیر کی روایت لائے ہیں (جو کہ حکم بن عاص اور مروان پر لعنت کے بارے میں ہے) اور اس کی سند کی تصحیح بیان کی ہے جیسا کہ اس سے قبل گزر چکا ہے ۔ اس طرح کی دورنگی باتوں اور تناقض خواہش پرستوں کے لئے راستہ ہموار کرتا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق ان باتوں میں سے جس بات کو چاہیں لے لیں ۔ ہم اللہ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں ۔ اور حکم بن عاص کی صحابیت کی نسبت سے جو صراحت ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" (۲ / ۱۰۷) میں کی ہے وہ مجھے اچھی لگی ہے پس وہ کہتے ہیں: حکم بن عاص کو صحابیت کا ادنی حصہ ملا ہے!

شیخ البانی نے ذہبی رحمہ اللہ کے بارے میں کہا دوہری باتیں کس کو خوش کرنے کے لیے اہل فتنہ کو؟ تاکہ وہ اپنی

---

[1]: تاریخ الاسلام: ٤ / ١٢٥

[2]: سیر أعلام النبلاء: ٤ / ٤٧

[3]: سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ٧ / ٧٢٥ ط مکتبہ المعارف

خواہش کے مطابق اقوال میں سے جو چاہیں چن لیں؟!

(٥) اعتراض: مالک اشتر نے کہا مجھے اعلی منصب ملے، لیکن جب علی رضی اللہ عنہ نے اس کی بجائے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا حاکم بنا دیا، تو اسے دلی رنج ہوا کہ مجھے چھوڑ کر اپنے رشتہ دار کو گورنری سے کیوں نوازا، اسی دکھ کی وجہ سے اس نے بہانگ دہل کہا کہ اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنوں کو نوازنا تھا تو پھر ہم نے اس بوڑھے کو مدینہ میں کیوں قتل کیا۔

جواب یہ روایت ہی باطل ہے۔معترضین سے گزارش ہے کہ اس پوری روایت کی ہر ایک بات قبول کریں صرف ایک مخصوص حصہ پر اکتفا نہ کریں بلکہ پوری بات بھی قبول کریں۔ یہ دجل کر کے عوام کو ایک مخصوص حصہ بیان کرتے ہیں کبھی پوری روایت بیان نہیں کرتے۔اس روایت سے استدلال کرنے میں رافضی اور ناصبی ایک دوسرے کے بھائی ہیں، رافضی اسی روایت کے الفاظ "فسبه الذين حوله" سے استدلال کرتے ہیں (اس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے)۔اور ناصبیین کا استدلال "فلا ندري إذا علام قتلنا الشيخ بالمدينة" سے ہے۔ثابت ہوا کہ رافضی اور ناصبی اس روایت پر اکٹھے ہو چکے ہیں۔

شیخ عبدالعزیز بن فیصل الراجحی فرماتے ہیں:
"ناصبیت کا باب اور رافضیت کا باب دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں! بلکہ حقیقتاً ہر رافضی ناصبی ہوتا ہے اور ہر ناصبی رافضی ہوتا ہے"۔[1]

(٦) اعتراض: معجم الکبیر کی روایت میں ذکر ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشتر کو بددعا دی جو کہ قبول ہوئی۔

جواب امام طبرانی رحمہ اللہ کی المعجم الکبیر کی اس روایت میں یہ ایسا کچھ ذکر نہیں کہ"دعا قبول ہوئی"۔یہ معترض کی زیادت ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

حدثنا الفضل بن الحباب أبو خليفة، حدثنا عبد الله بن عبد الوهاب الحجبي، ثنا حزم، عن أبي الأسود، قال: سمعت طليق بن خشاف... الأثر [2]

میں کہتا ہوں: اس روایت کی سند میں طلق بن خشاف ہے، جس کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ صحابی تھا یا تابعی۔اور راجح یہ ہے کہ وہ تابعی ہے۔باوجود اس کے ہمیں اس کی کوئی معتبر توثیق نہیں ملتی سوائے اس کے کہ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا۔

---

[1]: قمع الدجاجلة الطاعنين في معتقد أئمة الاسلام الحنابلة: ص ١٣٢
[2]: المعجم الكبير للطبراني: ج١ص٨٨ رقم ١٣٣

لہذا یہ راوی مجہول ہے اور ہمارے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے۔

طلق بن خشاف تابعی یا صحابی؟

* حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

طلق بن خشاف له صحبة قاله مسلم بن إبراهيم ثنا سوادة بن أبي الأسود القيسي عن أبيه أنه سمع طلقا يدعو [1]

طلق بن خشاف کے پاس صحبت ہے اس بارے میں کہا ہے مسلم بن ابراہیم نے، بیان کیا سوادہ بن ابی الاسود القیسی نے، وہ اپنے والد (ابوالاسود القیسی) سے کہ انہوں نے طلق کو دعا کرتے ہوئے سنا۔

* ابوالاسود طلق بن خشاف کے بارے کہتے ہیں:

طلق بن خشاف رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم [2]

طلق بن خشاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔

حافظ ذہبی نے ابوالاسود کے اس قول کی بنیاد پر لکھا کہ اس کے پاس صحبت ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایک راوی کو صحابی ثابت کرنے کے کئی طریقے ہیں: اس کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح سماع کی تصریح ہو جس میں علت خفی نہ ہو یا تو اس کا احادیث میں ذکر ہو، کسی خطبہ میں شریک ہو یا ثابت ہو کہ اس نے کوئی جہاد یا غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی ہو یا پھر ثابت ہو کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ طلق بن خشاف سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہے۔ سب سے کمزور چیز طلق کے شاگرد ابو الاسود (ثقہ) کا قول ہے کہ اس نے طلق کے لیے رجل من اصحاب النبی کہا۔ جب ایک شاگرد اپنے شیخ کے متعلق کوئی دعوی کرے تو اس کے علم میں یہ کہاں سے آتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اسے اپنے شیخ کے ذریعے ہی وہ بات علم میں آتی ہے۔ لیکن یہاں مسئلہ ہے کہ ابوالاسود کا شیخ جس اسے بیان کیا وہ خود مجہول ہے، احتمال ہے کہ وہ کوئی جھوٹا ہو، کذاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیث گھڑ سکتے ہیں کیا یہ کذب بیانی نہیں کر سکتے کہ ہمارے پاس صحبت ہے۔ لہذا یہ کوئی قوی دلیل نہیں ہے کہ کوئی تابعی کہے کہ میرا استاذ صحابی تھا۔ یہ کمزور دلیل ہے کیونکہ یہ ایک ظاہری دلیل ہے جس کی بنیاد پر حافظ ذہبی نے کہا اس کے پاس صحبت ہے۔ اس معاملہ میں حافظ ابن حجر العسقلانی نے اپنی کتاب میں اسی طرح کا کلام نقل کر کے ذکر کیا ہے:

استدركه الذهبي في »التجريد« ، ونقلته من خطه، وأما البخاري وابن حبان وابن أبي حاتم فذكروا أنه تابعي، وأنه يروي عن عثمان وعائشة. [3]

---

[1]: تجرید أسماء الصحابۃ: ج۱ص ۶۷۸رقم ۲۹۳۰- ط. دار المعرفۃ

[2]: الطبقات الکبری لابن سعد: ج۷ص ۶۰

[3]: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۳ص ۴۳۷رقم ۴۳۰۱]

اس کا استدراک ذہبی نے اپنی کتاب تجرید میں کیا ہے اور میں نے اس کلام کو ان کی تحریر سے نقل کیا ہے۔ جہاں تک بخاری، ابن حبان، اور ابن ابی حاتم کا تعلق ہے تو انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ تابعی ہے، اور (اس دلیل سے کہ) عثمان و عائشہ سے روایت کرتا ہے۔

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو دور کی بات اس کے پاس ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایتیں نہیں ہیں۔ سب سے بڑے صحابہ جن سے اس کے پاس روایات ہیں وہ عثمان رضی اللہ عنہ اور عائشہ علیہا السلام ہیں۔ لہذا یہ اس درجے کا تابعی ہو سکتا ہے جو عثمان رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے دور تابعی تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ راجح قول کے مطابق طلق بن خشاف تابعی ہے۔ متقدمین نے اسے تابعین کے طبقہ میں ذکر کیا۔ امام بخاری اور امام ابوحاتم الرازی رحمہما اللہ اس شان کے لائق ہیں ہیں کہ ان کے قول کو متاخرین کے قول کے مقابلے میں ترجیح دیجائے۔

طلق بن خشاف مجہول الحال ہے اور یہ روایت ضعیف ہے۔

یادرہے کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے حافظ ندیم ظہیر اور شیخ غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری (دونوں) طلق بن خشاف کو مجہول کہتے ہیں۔

مالک اشتر رحمہ اللہ کے متعلق دیگر روایات:

* مالک اشتر اس امت میں عثمان کو سب سے بہتر سمجھتے تھے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حَسَنِ بْنِ فُرَاتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: لَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ مِنَ الْجَمَلِ، وَتَهَيَّأَ إِلَى صِفِّينَ اجْتَمَعَتِ النَّخَعُ حَتَّى دَخَلُوا عَلَى الْأَشْتَرِ، فَقَالَ: هَلْ فِي الْبَيْتِ إِلَّا نَخَعِيٌّ، قَالُوا: لَا، قَالَ: »إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ عَمَدَتْ إِلَى خَيْرِهَا فَقَتَلَتْهُ، وَسِرْنَا إِلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ قَوْمٌ لَنَا عَلَيْهِمْ بَيْعَةٌ فَنُصِرْنَا عَلَيْهِمْ بِنُكْسِهِمْ، وَإِنَّكُمْ سَتَسِيرُونَ إِلَى أَهْلِ الشَّامِ قَوْمٌ لَيْسَ لَكُمْ عَلَيْهِمْ بَيْعَةٌ، فَلْيَنْظُرِ امْرُؤٌ أَيْنَ يَضَعُ سَيْفَهُ؟« [1]

عمیر بن سعید نخعی سے روایت ہے کہ علی جنگِ جمل سے واپس لوٹے تو جنگ صفین کی تیاری شروع فرمائی قبیلہ نخع والے جمع ہوئے اور اشتر کے پاس آئے۔ انہوں نے (اشتر نے) فرمایا: گھر میں نخعی کے علاوہ بھی کوئی ہے، انہوں نے جواب دیا: نہیں، پھر (مالک اشتر) نے فرمایا: "اس امت نے اپنے بہترین انسان کا قصد کیا اور اس کو قتل کر ڈالا۔ ہم اہل بصرہ کی طرف گئے وہ ایسی قوم تھی جس نے ہماری بیعت کی ہوئی تھی پس ان کے بیعت توڑنے کی وجہ سے ہماری مدد کی گئی اور کل تم ایسی قوم کی طرف جانے والے ہو جو شام کے رہنے والے ہیں اور انہوں نے ہماری بیعت نہیں کی۔ پس تم میں سے ہر آدمی دیکھ لے کہ وہ اپنی تلوار کہاں رکھے گا؟"

---

[1]: مصنف ابن أبي شيبه: ٦ / ١٩٦ برقم ٣٠٦١٥ ط بمکتبہ الرشد

* امام حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ اسی روایت کو اپنی سند سے نقل کیا:

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَرَادَ عَلِيٌّ أَنْ يَسِيرَ إِلَى الشَّامِ إِلَى صِفِّينَ وَاجْتَمَعَتِ النَّخَعُ حَتَّى دَخَلُوا عَلَى الْأَشْتَرِ بَيْتَهُ، فَقَالَ: »هَلْ فِي الْبَيْتِ إِلَّا نَخَعِيٌّ؟« قَالُوا: لَا، قَالَ: »إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ عَمَدَتْ إِلَى خَيْرِ أَهْلِهَا فَقَتَلُوهُ - يَعْنِي عُثْمَانَ -، وَإِنَّا قَاتَلْنَا أَهْلَ الْبَصْرَةِ بِبَيْعَةٍ تَأَوَّلْنَا عَنْهُ، وَإِنَّكُمْ تَسِيرُونَ إِلَى قَوْمٍ لَيْسَ لَنَا عَلَيْهِمْ بَيْعَةٌ فَلْيَنْظُرْ كُلُّ امْرِئٍ أَيْنَ يَضَعُ سَيْفَهُ« هَذَا حَدِيثٌ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ سَنَدٌ فَإِنَّهُ مُعَقَّدٌ. صَحِيحُ الْإِسْنَادِ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ [1]

عمیر بن سعید فرماتے ہیں کہ علی نے شام کی جانب صفین جانے کا ارادہ کیا تو قبیلہ نخع کے کچھ لوگ جمع ہو کر اشتر کی عیادت کرنے ان کے گھر گئے، اشتر نے پوچھا: گھر میں قبیلہ نخع سے تعلق رکھنے والوں کے علاوہ تو کوئی شخص نہیں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: نہیں۔ تب اشتر نے فرمایا: ان لوگوں نے اس امت کے سب سے نیک انسان یعنی عثمان کو شہید کر ڈالا ہے، ہم نے اہل بصرہ کے ساتھ معاہدہ ہونے کے باوجود قتال کیا کہ معاہدہ کی وجہ سے تو کوئی تاویل بھی ممکن تھی۔ جبکہ تم لوگ ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو کہ ہمارا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ بھی نہیں ہے، اس لیے تم میں ہر شخص اس بات پر غور کر لے کہ وہ اپنی تلوار کہاں رکھے گا۔

* (امام حاکم کہتے ہیں کہ) اس حدیث کی اگرچہ سند نہیں ہے، لیکن یہ معقد اس مقام پر صحیح الاسناد ہے۔

* حافظ ذہبی اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

قلت: علی شرط مسلم. [2]

میں کہتا ہوں: یہ امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ہے۔

اس روایت کے رجال کا حال:

حاکم نیشاپوری کی سند میں عبداللہ بن ادریس سے پہلے دو واسطے ہیں، لہذا اس پر کلام کرنا غیر ضروری ہے۔ ابن ابی شیبہ کی سند عبداللہ بن ادریس سے شروع ہوتی ہے، لہذا اسی سے آغاز کرتے ہیں:

* عبداللہ بن إدريس الاودي الكوفي:

جماعت کے رجال میں سے ثقہ فقیہ عابد ہیں [3]

---

[1]: المستدرک علی الصحیحین: ۳/ ۱۱۵ برقم ۴۵۷۱ ط. دار الکتب العلمیہ

[2]: تلخیص المستدرک: ۳/ ۱۲۹۲ برقم ۵۳۰ - دار العاصمہ، الریاض

[3]: التقریب: ج ۱ ص ۴۰۱ رقم ۱۸۱، الجرح والتعدیل: ج ۵ ص ۸-۹ رقم ۴۴، والتہذیب ج ۵ ص ۱۴۴-۱۴۶ رقم ۲۴۸

* الحسن بن فرات التميمي الازالكوفي :

حسن بن فرات امام مسلم کے رجال میں سے ہیں۔ان کو یحیی بن معین اورابن حبان نے ثقہ کہا،صرف ابوحاتم نے ان کومنکرالحدیث کہا،لیکن یہ جرح غیرمفسر ہےاورابن معین وابن حبان کی توثیق سے معارض ہے۔اورمسلم نے اس سے صحیح میں تخریج کیا۔اورنہ ہی حافظ ذہبی نے اس پردھیان دیا بلکہ اس کی توثیق کی ہے۔نہ ہی اصحاب کتبِ الضعفاء میں سے کسی ایک کی کتاب میں ان کاذکر ہے،جیسا کہ ابن عدی کی کامل،عقیلی کی الضعفاء،اورابن حبان کی المجروحین وغیرہ میں۔[١]

* فرات بن أبي عبدالرحمٰن القزارالكوفي :

جماعت کے رجال میں سے ثقہ ہیں۔[٢]

* عمير بن سعيد النخعي الصهباني الكوفي :

شیخین کے رجال میں سے ثقہ ہیں۔[٣]

لہذا اس کی سند صحیح ہے۔

* شیخ اکرم ضیاء العمری نے بھی اسے حسن کہا۔[٤]

* یہ تاریخ مدینہ دمشق میں بھی موجود ہے،اس کی سند کو شیخ فواز بن فرحان الشمری نے حسن قرار دیا[٥]

(۲) مالک اشتر رحمہ اللہ نے سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار تھے:

امام ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ هَارُونَ بْنِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنِ الْأَشْتَرَ وَابْنَ الزُّبَيْرِ الْتَقَيَا ، فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ : مَا ضَرَبْتُهُ ضَرْبَةً حَتَّى ضَرَبَنِي خَمْسًا أَوْ سِتًّا ، ثُمَّ قَالَ : فَأَلْقَانِي بِرِجْلِهِ ثُمَّ قَالَ : لَوْلَا قَرَابَتُكَ مِنْ رَسُولِ

---

[١]: الكاشف: ج١ ص٢٢٦ رقم ١٠٦٦، الجرح والتعديل: ج٣ ص٣٢-٣٣ رقم ١٣٣، التهذيب: ج٢ ص٣١٥-٣١٦ رقم ٥٣، دراسة المتكلم فيهم من رجال تقريب التهذيب للشيخ عبدالعزيز التخيفي: ج١ ص٣٠٣-٣٠٤

[٢]: التقريب: ج٢ ص١٠٧ رقم ١١، الجرح والتعديل: ج٧ ص٧٩ رقم ٤٥١، التهذيب: ج٨ ص٢٥٨-٢٥٩ رقم ٤٨١

[٣]: التقريب: ج٢ ص٨٦ رقم ٧٥٨، الجرح والتعديل: ج٦ ص٣٧٦ رقم ٢٠٨، التهذيب: ج٨ ص١٤٦ رقم ٢٥٩

[٤]: عصر الخلافة الراشدة لاكرم ضياء: ١/٤٤٦ ط. مكتبه العبيكان

[٥]: كتاب صفين لابن ديزيل ويليه كتاب صفين لابى سعيد الجعفى: ص٤٨ رقم ٣٢ ط. دار الكتب العلميه

اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَكْتُ مِنْكَ عُضْوًا مَعَ صَاحِبِهِ ، قَالَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ: "وَاثُكْلَ أَسْمَاءَ ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ أَعْطَتِ الَّذِي بَشَّرَهَا أَنَّهُ حَيٌّ عَشَرَةَ آلَافٍ" [1]

عبداللہ بن عبید بن عمیر روایت کرتے ہیں کہ اشتر اور ابن زبیر کا (جنگِ جمل) میں آمنا سامنا ہوا۔ ابن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے اشتر پر ایک وار بھی نہ کیا یہاں تک کہ اس نے پانچ یا چھ وار مجھ پر کیے اور مجھے پاؤں میں گرا دیا پھر کہنے لگا اللہ کی قسم اگر آپ کی رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری نہ ہوتی تو آپ کا ایک عضو بھی سلامت نہ چھوڑتا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (یہ منظر دیکھ کر) پکارا ہائے اسماء (بنت ابی بکر)! جب اشتر دور ہو گئے تو عائشہ نے اس شخص کو دس ہزار درہم دیا جس نے آ کر یہ خوشخبری سنائی تھی کہ ابن زبیر زندہ ہیں۔

اس روایت کے رجال کا حال

* عبداللہ بن إدریس الاودي الكوفي:

ثقہ، فقیہ و عابد تھے۔ ان کی توثیق احمد، ابو حاتم، ابن سعد، ابن معین، نسائی، دارقطنی اور ابن حجر وغیرہ نے کی [2]

* ارون بن أبي إبراهيم ميمون بن أيمن الثقفي:

ثقہ ثبت ہیں۔ ان کی توثیق احمد، ابن معین، ابو حاتم، ابو زرعہ، ابن حبان اور ابن حجر کی۔ [3]

* عبداللہ بن عُبید بن عُمیر بن قتادة الليثي الجندعي المكي:

ان کی توثیق و تعدیل ابن معین، ابو زرعہ، ابو حاتم، نسائی، عجلی، ابن حبان اور ابن حجر نے کی۔ [4]

---

[1]: مصنف ابن أبي شيبه: ۷ / ۵۳۵ برقم ۳۷۷٦٦ - مكتبہ الرشد

[2]: الطبقات لابن سعد: ج ٦ ص ۳۸۹، تاريخ ابن معين رواية الدارمي: ص ۵۲ رقم ۵۱، الجرح والتعديل: ج ۵ ص ۸، تهذيب الكمال: ج ١٤ ص ٢٩٤، سير أعلام النبلاء: ج ۹ ص ٤٢، تهذيب التهذيب: ج ۵ ص ١٤٤، تقريب التهذيب: ص ٤٩١

[3]: العلل للامام أحمد رواية عبدالله: ج ۳ ص ۱۹۸ رقم ٤٨٤٧، الجرح والتعديل: ج ۹ ص ۹٦، الثقات لابن حبان: ج ۷ ص ۵۱۸، تهذيب الكمال: ج ۳۰ ص ۱۲۳، تهذيب التهذيب: ج ۱۱ ص ۱۵، تقريب التهذيب: ص ۱۰۱٦

[4]: تاريخ ابن معين رواية ابن طهمان: رقم ۲۷۱، الثقات للعجلي: ج ۲ ص ٤٦، الجرح والتعديل: ج ۵ ص ۱۰۱، الثقات لابن حبان: ج ۵ ص ۱۰، تهذيب الكمال: ج ۱۵ ص ۲۵۹، سير أعلام النبلاء: ج ٤ ص ۱۵۷، إكمال تهذيب الكمال لمغلطاي: ج ۸ ص ٤٧، تهذيب التهذيب: ج ۵ ص ۳۰۸، تقريب التهذيب: ص ۵۲٤

معلوم ہو کہ اس کی سند صحیح ہے۔ شیخ ابراھیم بن عبداللہ المدیھش نے »تخريج أحاديث وآثار حياة الحيوان للدميري« میں اس پر صحت کا حکم لگایا۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اشتر نے رسول اللہ ﷺ سے قرابت کے سبب سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو چھوڑ دیا، تو سوچیے کہ رسول ﷺ کی دوصاحبزادیوں کے خاوند اور اتنے قریبی کو وہ کیوں قتل کریں گے؟

متفرقات:

(۱) قطر کے "الإدارة العامة للأوقاف" کے ماتحت معروف ویب سائٹ "اسلام ویب ڈاٹ نیٹ" میں لکھا ہے کہ "مالک اشتر نخعی اپنی شجاعت، بلاغت اور انتہائی جری ہونے کے لیے معروف تھے، اور انہیں بہادر اور دلیر سرکردہ لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا، اور اسلام کو پھیلانے میں ان کی خدمات میں سے ایک جنگ یرموک میں ان کی شرکت تھی، جہاں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوئی (اسی سبب اشتر کہلاتے ہیں)۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو جنگیں لڑی گئیں ان میں وہ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین اور ان کا محاصرہ میں شریک ہونے والوں میں سے تھے لیکن ان کو قتل کرنے کے میں حصہ نہ لیا، علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کا والی مقرر ہونے کے بعد سنہ ۳۸ ہجری میں مصر جاتے ہوئے ان کا انتقال ہوا"۔ [۱]

(۲) علامہ محمد صالح المنجد حفظہ اللہ فرماتے ہیں:
اشتر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک نہ ہوئے۔ [۲]

(۳) رافضیوں کا رد کرنے والے معروف عالم شیخ عثمان الخمیس حفظہ اللہ فرماتے ہیں:
مالک بن اشتر نخعی سے روایات منقول نہیں ہیں کہ انہیں ثقہ قرار دیا جائے یا غیر ثقہ۔ وہ بہت بہادر تھے، شجاعت کے لیے معروف تھے۔ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ جمل میں انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جن لوگوں نے خروج کیا تھا ان میں ایک یہ بھی تھے۔ بہر حال مالک الاشتر کا انتقال ہوا، اللہ کی ان پر رحمت ہو۔ وہ صحابی نہیں تھے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں

---

[۱] shorturl.at/noyDQ:

[۲] shorturl.at/hmERV:

شریک تھے، لیکن یہ ثابت نہیں۔ واللہ اعلم۔[1]

***

[1]: https://youtu.be/xs9a0rv80r8